ماہنامہ
دخترانِ اسلام
لاہور

نومبر 2022ء

طہارۃ القلوب
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا ایمان افروز خطاب

شانِ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کا علمی مقام و مرتبہ

سیّدالسادات شیخ المشائخ قدوۃ الاولیاء
سیّدنا طاہر علاؤالدّین رحمۃ اللہ علیہ
القادری الگیلانی البغدادی

آپؒ شریعت کے پابند، عارف باللہ اور فنافی الرسول تھے

صبر و تحمل اور برداشت

منہاج القرآن انٹرنیشنل کے زیراہتمام 39 ویں سالانہ عالمی میلاد کانفرنس 2022ء

کانووکیشن: جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

جلد: 29 شمارہ: 10 / ربیع الثانی ۱۴۴۴ھ / نومبر 2022ء

زیرِ سرپرستی
بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر
قرۃ العین فاطمہ

ایڈیٹر
اُم حبیبہ اسماعیل

ڈپٹی ایڈیٹر
نازیہ عبدالستار

مجلس مشاورت

نوراللہ صدیقی، ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ، ڈاکٹر نبیلہ اسحاق
ڈاکٹر شاہدہ مغل، ڈاکٹر فرخ سہیل، ڈاکٹر سعدیہ نصراللہ
مسز فریدہ سجاد، مسز فرح ناز، مسز حلیمہ سعدیہ
مسز راضیہ نوید، سدرہ کرامت، مسز رافعہ علی
ڈاکٹر زیب النساء سرویا، ڈاکٹر نورین روبی

رائٹرز فورم

آسیہ سیف، سعدیہ کریم، جویریہ سحرش
جویریہ وحید، ماریہ عروج، سُمیَّہ اسلام

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
گرافکس: عبدالسلام — فوٹوگرافی: قاضی محمود الاسلام

فہرست

اداریہ

(بنیادی انسانی حقوق کی بحث) 4

فکرِ شیخ الاسلام

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے نام وصیت — مرتبہ: نازیہ عبدالستار 5

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی علمی خدمات — ڈاکٹر شفاقت علی بغدادی 10

تخلیقِ کائنات اور حکمِ کُن فیکون کی سحر انگیزی — محمد شفقت اللہ قادری 14

قدوۃ الاولیاء سیدنا طاہر علاؤ الدین الگیلانی القادری البغدادیؒ — تحریم رفعت 22

صبر و تحمل اور برداشت — مریم اقبال 26

حضرت غوث الاعظمؒ کا علمی مقام و مرتبہ — سمیہ اسلام 30

شانِ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ — سعدیہ کریم 33

گلدستہ — مرتبہ: حافظہ سحر عنبرین 37

جسمانی امراض — مرتبہ: نور فاطمہ 39

الفیوضات المحمدیہ 42

Transportation and Islamic Ethics: A Linkage
Hadia Saqib Hashmi 48

مجلّہ دخترانِ اسلام میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

قیمت فی شمارہ -/60 روپے

سالانہ خریداری -/700 روپے

بدلِ اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرقِ بعید، امریکہ: 15 ڈالر — مشرقِ وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر

ترسیلِ زر کا پتہ: منی آرڈر / چیک / ڈرافٹ بنام حبیب بنک لمیٹڈ منہاج القرآن برانچ اکاؤنٹ نمبر 01970014583203 ماڈل ٹاؤن لاہور

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-35168184

Visit us on: www.minhaj.info E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ. وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌ م بِاَمْرِهٖ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ. وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ.

(النحل، ۱۶: ۱۱۔۱۴)

’’اُسی پانی سے تمہارے لیے کھیت اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل (اور میوے) اگاتا ہے، بے شک اِس میں غور و فکر کرنے والے لوگوں کے لیے نشانی ہے۔ اور اُسی نے تمہارے لیے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو مسخر کر دیا، اور تمام ستارے بھی اُسی کی تدبیر (سے نظام) کے پابند ہیں، بے شک اس میں عقل رکھنے والے لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ اور (حیوانات، نباتات اور معدنیات وغیرہ میں سے بقیہ) جو کچھ بھی اس نے تمہارے لیے زمین میں پیدا فرمایا ہے جن کے رنگ (یعنی جنسیں، نوعیں، قسمیں، خواص اور منافع) الگ الگ ہیں (سب تمہارے لیے مسخر ہیں)، بے شک اس میں نصیحت قبول کرنے والے لوگوں کے لیے نشانی ہے‘‘۔

(ترجمہ عرفان القرآن)

فرمان نبوی ﷺ

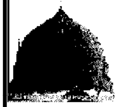

عَنْ مُعَاوِيَةَ ص قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ، وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللهُ يُعْطِي.

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ

’’حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ بوجھ عطا فرما دیتا ہے، اور میں تو بس تقسیم کرنے والا ہوں جبکہ دیتا اللہ تعالیٰ ہے۔‘‘

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍص قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ كَانَ فِي سَبِيْلِ اللهِ حَتّٰى يَرْجِعَ.

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَهُ وَالطَّبَرَانِيُّ

’’حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص حصولِ علم کے لئے نکلا وہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہے جب تک کہ واپس نہیں لوٹ آتا۔‘‘

(المنہاج السوی، ص ۴۲۷)

خواب

مشکلیں امت مرحوم کی آساں کردے
مور بے مایہ کو ہمدوش سلیمانؑ کردے
جنسِ نایاب محبت کو پھر ارزاں کردے
ہند کے دیر نشینوں کو مسلماں کردے

(کلیات اقبال، بانگ درا، ص:۸۹۲)

تعبیر

اسلام ہماری زندگی اور ہمارے وجود کا بنیادی سرچشمہ ہے۔ ہم نے پاکستان کا مطالبہ زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔

(اسلامیہ کالج پشاور، 13 جنوری 1948ء)

تکمیل

بندے کو مال کے ساتھ بڑی محبت ہوتی ہے کیونکہ مال اس کے پاس خود بخود نہیں آتا وہ مال کے لیے منصوبہ بندی کرتا ہے، عمر بھر محنت کرتا ہے۔ ڈگری لیتا ہے پھر جاب اپلائی کرتا ہے دھکے کھاتا ہے، محنتیں کرتا ہے، سو جتن کر کے وہ مال کمانے لگتا ہے۔ پہلے نقصان کرتا پھر بریک ایون پر آتا ہے پھر وہ نفع کی طرف جاتا ہے۔ دن رات اس کے دل کی دھڑکنیں اس مال کے ساتھ جڑی رہتی ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ ایک طرف مال کی محبت ہے، دوسری طرف انسانیت کی محبت ہے، ایک اللہ کے بندوں کی محبت، مشکلات میں پھنسے ہوئے بندے جن کے پاس کھانا نہیں، بچہ بیمار ہے اس کی دوائی کے لیے پیسے نہیں، بچے کو پڑھانے کے وسائل نہیں جو بندے اس کیفیت میں ہیں ان سے تمہیں کتنی محبت ہے اور جتن کر کے جو مال کمایا تھا اس سے کتنی محبت ہے اگر مال کی محبت بڑھ جائے تو یہ دوزخ میں لے جائے گی۔ مال کی محبت انسان کو بخیل کر دے گی۔ اگر مال کی محبت بڑھ جائے اور ضرورت مند لوگوں پر خرچ نہ ہو تو اس کو اللہ رب العزت نے دین کو جھٹلانا قرار دیا ہے۔ (ماخوذ از خطاب شیخ الاسلام، اللہ کیلئے اپنا مال دوسروں پر خرچ کرنے کی اہمیت)

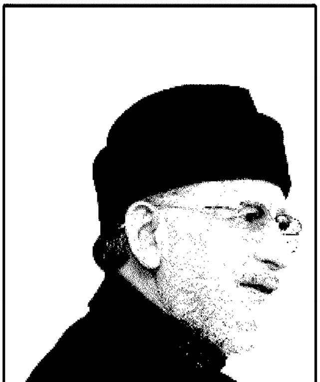

اداریہ

بنیادی انسانی حقوق کی بحث

بنیادی انسانی حقوق رواں صدی کا سب سے بڑا موضوع بحث ہے۔ ہر سطح پر اس پر بحث جاری رہتی ہے۔ اسمبلیاں ہوں یا اخبارات، الیکٹرانک میڈیا ہو یا سوشل میڈیا، نجی محافل ہوں یا عوامی اجتماعات کسی نہ کسی صورت میں انسانی حقوق پر بحث ہوتی ہے۔ انسانی حقوق کا موضوع کثیر الجہتی ہے۔ اس میں خواتین کے حقوق، بچوں کے حقوق، نوجوانوں کے حقوق، عمر رسیدہ شہریوں کے حقوق سبھی شامل ہیں۔ جب ہم بنیادی انسانی حقوق کی بات کرتے ہیں تو اس میں انسانی زندگی کا تحفظ، انسانی جان کی حرمت، عزت نفس، عزت کی حفاظت، نجی زندگی کا تحفظ، چادر اور چار دیواری کا تقدس، آزادیٔ اظہار کا حق سرفہرست نظر آتے ہیں۔ اگر بنیادی انسانی حقوق کی فہرست پر مزید نگاہ ڈالیں تو اس میں تعلیم، صحت، روزگار، انصاف، بنیادی سہولیات بھی بنیادی حقوق کے زمرے میں آتی ہیں۔ بنیادی انسانی حقوق کا سبجیکٹ قومی اور بین الاقوامی امور و معاملات سے متعلق ہے۔ اس بحث کا کچھ تعلق تو قومی و ریاستی سطح سے ہے اور ایک اس کا پہلو بین الاقوامی ہے۔ دنیا کا کوئی بھی معاشرہ ہو وہاں بطور انسان اس کے کچھ حقوق و فرائض ہیں جو مسلمہ ہیں اور ان حقوق کی گارنٹی اقوام متحدہ کی طرف سے دی گئی ہے۔ اقوام متحدہ نے نسل کشی کو ایک بین الاقوامی جرم قرار دیا ہے۔ خواتین کے سیاسی حقوق کو تسلیم کیا گیا ہے۔ انسانی حقوق کے بین الاقوامی چارٹرز پر کس حد تک عمل ہو رہا ہے اور کس طرح اس کی خلاف ورزی ہو رہی ہے یہ ایک الگ بحث ہے۔ تاہم ریاستی سطح پر بنیادی انسانی حقوق کے مقامی اور بین الاقوامی قوانین پر عملدرآمد کرنے کے ضمن میں لیت و لعل کا رویہ آج 21ویں صدی میں بھی موجود ہے۔ ہمارا لبرل طبقہ آج انسانی حقوق کے تحفظ کے معاملے میں مغرب کی پذیرائی کرتے ہوئے نظر آتا ہے۔ اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ مغرب نے بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے کچھ عالمی چارٹرز منظور کئے ہیں اور اس ضمن میں رپورٹس بھی مرتب ہوتی رہتی ہیں لیکن بنیادی انسانی حقوق کا پہلا تصور اسلام نے دیا۔ پیغمبرِ اسلام نے خواتین کی عزت، زندگی کو تحفظ دیا اور دوٹوک انداز میں اس کی خرید و فروخت اور اسے غلام بنانے والے رویوں کو رد کیا۔ بچوں کی تعلیم و تربیت پر توجہ دی بالخصوص یتیم بچے کے معاشی حقوق کا تحفظ جو اسلام میں نظر آتا ہے وہ اور کہیں نظر نہیں آتا۔ پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے جس کا مطلب ہے کہ پاکستان کا آئین و قانون قرآن و سنت کے فراہم کردہ اصولوں اور فرامین و احکامات کے تابع ہوگا، قانون سازی کی حد تک تو اسمبلیوں نے اپنا کردار ادا کیا ہے مگر عملدرآمد کے محاذ پر صورت حال انتہائی مایوس کن ہے۔ آئین کمزوروں کے تحفظ کی بات تو کرتا ہے مگر بدقسمتی سے کمزور طبقہ سب سے زیادہ غیر محفوظ ہے۔ خواتین کے حقوق کی پامالی کی شکایات عام ہیں۔ خواتین کو روزگار، تعلیم اور انصاف کے حصول میں بہت ساری سیاسی، سماجی، معاشی، قانونی مشکلات کا سامنا رہتا ہے۔ پاکستان کو ایک ماڈل اسلامی ریاست بنانے کے لئے اسلام نے جو انسانی حقوق کا تصور دیا ہے اُس پر من وعن عمل کرنے سے ایک پرامن اور خوشحال سوسائٹی کی تشکیل ممکن ہے اس ضمن میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی ایک شہرہ آفاق کتاب ''اسلام میں انسانی حقوق'' موجود ہے۔ انسانی حقوق کے موضوع سے دلچسپی رکھنے والے تمام احباب کو اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے بالخصوص وکلاء حضرات کو یہ کتاب ہمہ وقت اپنے زیر مطالعہ رکھنی چاہیے۔ (ایڈیٹر: دختران اسلام)

فکرِ شیخ الاسلام: طہارۃ القلوب

اللہ کے ذکر کے ساتھ اپنے دل زندہ رکھنا
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حسنین کریمین کے نام وصیت

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا ایمان افروز خطاب مرتبہ: نازیہ عبدالستار

دلوں کی اور باطن کی امراض کیا ہیں اور ان کا علاج کیا ہے۔ اس موضوع پر سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کی دو وصیتوں کے کلمات درج ذیل ہیں۔

پہلی وصیت:

سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے بڑے صاحبزادے سیدنا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو وصیت فرمائی یا یہ وصیت ہے اس والد کی طرف سے جو فانی ہے۔ جو اپنی زندگی گزار چکا ہے۔ اس بیٹے کے لئے جس نے اپنی زندگی کے اگلے ایام گزارنے ہیں۔

اے بیٹے میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا اور اس کے اوامر نواہی یعنی احکام کی پختگی کے ساتھ پابندی کرنا اور اللہ کے ذکر کے ساتھ اپنے دل کو زندہ رکھنا اللہ کی یاد کے ساتھ اپنے دل کو زندہ و آباد رکھنا اور اللہ ہی کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھنا۔

جو رشتہ تمہارے اور اللہ کے مابین ہے کہ وہ تمہارا خالق ہے اور تم اس کے بندے ہو یہ جو رشتہ عبدیت و عبودیت ہے۔ اس سے بہتر نفع مند کوئی اور رشتہ نہیں ہو سکتا بشرط یہ کہ بیٹے اس رشتہ عبودیت اور عبدیت کو تم مضبوطی سے تھامے رکھو۔ اس رشتے کو نہ ٹوٹنے دو اور نہ کمزور ہونے دو پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا جو مواعظ آپ کو نصیحتیں تذکیر اللہ کی طرف سے ملی ہیں اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے ملی ہیں اللہ کی وحی اور اس کے قرآن کی شکل میں تم تک اللہ کی نصیحتیں تعلیمات اللہ کے احکام و مواعظ پہنچے ہیں ان کے ذریعے اپنے دل کو زندہ رکھ کیونکہ مواعظ الٰہیہ دلوں کو زندگی دیتے ہیں۔ دنیا کی طلب، حرص، لالچ اور رغبت سے بے نیاز ہو کر دل کی خواہشوں کو مردہ کر دے یعنی جن چیزوں کی طرف اللہ نے تمہیں ترغیب دی ہے ان کے ذریعے اپنے دل کو زندہ رکھنا اور جو چیزیں دنیا کی تمہیں اللہ سے دور کرتی ہیں ان سے بے رغبت رہنا۔

یہ دل بے قابو ہو جانے والا ہے اس کو موت کی یاد کے ذریعے قابو میں رکھنا یعنی ہر وقت موت اگر تمہاری آنکھوں کے سامنے رہے گی اور موت کو بھولیں گے نہیں تو موت کے ذریعے دل قابو میں رہے گا۔

جو لوگ تم سے پہلے ہو گزرے ہیں ان پر جو جو بیتا انہوں نے نافرمانیاں کیں تو کیسے عذاب آئے وہ اللہ کی نعمتوں کو بھول گئے تو کس طرح گرفت میں لائے گئے۔ انہوں نے حق کو کس طرح ٹکرایا تو کیسے سزا پائی۔ کس طرح بدمست تھے اپنی سلطنت اور حکومت کے نشے میں کیسے اوندھے گرے پلٹ دیے گئے۔ ایک وقت ان کا نام گونجتا تھا پھر ان کا نشان بھی نہ

جہاں بھی آپ کا واسطہ ہے کسی کے ساتھ، جان پہچان والا ہے یا اجنبی ہے۔ دوست ہے یا دشمن، اپنا ہے یا پرایا ہے، غریب ہے یا امیر ہے، قریب کا ہے یا بعید کا ہے۔ آپ کی اپنی تنظیم و تحریک سے وابستہ ہے یا نہیں ہے کسی اور جگہ وابستہ ہے، اللہ کی مخلوق ہے، انسان ہے، آقا علیہ الصلاۃ والسلام کا امتی ہے حتیٰ کہ اگر امتی نہیں مسلمان بھی نہیں تو انسان ہے اللہ کی خلق تو ہے، اس سے بھی معاملات کو درست رکھنا۔ اس کے حقوق کی ادائیگی کرنا

بچا۔ ان کے محلات تھے پھر وہ کھنڈرات بن گئے ۔فرمایا یہ جو کچھ ان پر بیتا وہ یاد دلاتے رہنا۔

حضور مولا علی المرتضی کرم اللہ وجہ الکریم اپنے بیٹے سیدنا امام حسن مجتبٰی سے فرما رہے ہیں۔ بیٹے اپنے نسب پر فخر نہ کرنا تم میرے بیٹے ہو، سیدہ کائنات کے بیٹے ہو، سرورکائنات کے شہزادے ہو۔

فرمایا یہ بھی دل کو دکھانا کہ جو کوچ کر گئے تو کہاں جا کے اترے یعنی آخرت میں ان کی منزل کیا ہے؟ آخرت میں منزل کیا ہے؟ اور کہاں ٹھہرے ہیں اور پھر آپ فرماتے ہیں بیٹے حسن جب یہ سارے کام کرو گے تو تمہیں صاف صاف دکھائی دے گا کہ وہ اپنے دوستوں سے منہ موڑ کے چلے گئے اور پردیس کی گھروں میں جاکے اتر گئے اور پھر فرماتے ہیں بیٹے یاد کرو وہ وقت دور نہیں کہ تمہارا شمار بھی ان میں ہونے لگے گا یعنی تمھارا بھی کوچ کا وقت آئے گا سمجھانا چاہتے ہیں کہ یہاں جس جگہ آج ہو یہ منزل نہیں یہ راستہ ہے منزل وہ ہے جہاں کوچ کرنے والے کوچ کرنے کے بعد جا اترے وہیں آپ نے بھی کوچ کر کے جانا ہے۔ دیکھو جہاں کوچ کرنے کے بعداترنا اورٹھہرنا ہے وہ منزل اچھی ہو اس منزل کو اچھا بنانے کی فکر کرو اسی زندگی میں۔

لہذا بیٹے اپنی اصل منزل کا انتظام کرو جبکہ ہم راستہ سنوارنے میں گم ہیں۔ مگر منزل اجڑی پڑی ہے اس کی فکر نہیں ہے۔ اپنے صاحبزادے حسن مجتبٰی سے فرماتے ہیں اپنی آخرت کا دنیا سے سودا نہ کرنا، ایسا نہ ہو کہ دنیا کے عوض آخرت بک جائے۔ دنیا سنوارتے سنوارتے آخرت کی اصل منزل خراب ہوجائے۔

اور پھر فرمایا جو چیز جانتے نہیں ہو اس کے متعلق بات نہ کیا کرو۔ یعنی جس کا علم، فہم، یقین اور پختگی سے معلومات نہ ہو اس کے متعلق بات نہ کیا کرو۔ اس کے بارے میں زبان کو نہ ہلایا کرو زبان نہ کھولو جس راہ میں بھٹک جانے کا اندیشہ ہو اس راہ میں قدم نہ اٹھایا کرو۔ تم آخرت کے لیے پیدا ہوئے ہو نہ کہ دنیا کے لئے۔

یہ دنیا امتحان گاہ ہے آرام گاہ نہیں ہے اور مجھے بڑی حیرت ہوگی اور بڑا تعجب ہوگا اس شخص پر جو اپنی امتحان گاہ کو آرام گاہ بنا لے۔ جیسے جو لوگ امتحان دیتے ہیں جو بچے بچیاں ایگزامینیشن ہال میں کبھی آرام سے نہیں بیٹھتے، بے چین اور بے تاب رہتے ہیں۔ بس یہ پوری زندگی امتحان گاہ ہے آرام گاہ اگلی منزل آخرت کی ہے۔ جو شخص اپنی بقائے حیات میں فنائے حیات کو یاد رکھے وہ امتحان میں کامیاب ہوتا ہے۔

اے بیٹے! یادرکھو تم موت کے لیے بنے ہو حیات کے لیے نہیں۔ سو زندگی کو اپنی موت کی خدمت میں گزارو۔

پھر آپ نے فرمایا بیٹے نیک لوگوں سے میل جول رکھنا تم بھی نیک ہو جاؤ گے۔ ایک جملے میں نیک بننے کا پورا راز سمجھا دیا۔

نیک لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کو یاد رکھتے ہیں۔ ان لوگوں سے جو آخرت کو نہیں بھولے۔ ان لوگوں سے جن کی زندگی کا ڈائریکشن، جن کی زندگی کی سمت صحیح ہے ان لوگوں سے جو دنیا کو آخرت کی گزرگاہ سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں سے جو اس امتحان گاہ میں آخرت کی فکر کر رہے ہیں۔ جنہوں نے اپنے اعمال درست کرلیے ہیں۔ جنہوں نے اپنے احوال سنوار لیے ہیں۔

صحبت کے اثرات:

صحبت کے اثرات ہوتے ہیں اور پھر فرمایا: برے لوگوں سے بچے رہنا، بروں کی سنگت سے، بروں کی دوستی سے، بروں کی کمپنی سے، برے لوگوں کی مجلس سے، برے لوگوں کی صحبت سے، برے لوگوں کے ساتھ وقت گزارنے سے بچے رہنا۔

برے کون لوگ ہیں سارے ہی انسان ہیں ہمارے پاس کوئی پیمانہ نہیں کسی کو اچھا برا کہنے کا۔ نہ حق ہے کسی کو اچھا کہیں کسی کو برا کہیں ہاں یہ حق صرف اللہ کے پاس ہے، پیمانہ بھی اللہ نے دیا ہے۔ اچھے اور برے ہونے کا وہ پیمانہ کیا ہے؟

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ

بیشک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو۔ (الحجرات،۴۹: ۱۳)

اللہ کے ہاں بڑا اچھا وہ ہے جو بڑا متقی ہے، جو اللہ سے بہت ڈرنے والا ہے، جو آخرت کی زیادہ فکر کرنے والا ہے، جو اپنے اعمال اور احوال کی اصلاح کرنے والا ہے، جو باتیں پہلے گزر چکی ہیں۔ اس پر عمل کرتا ہے وہ نیک ہے اور جو اللہ کو بھول گیا ہے جس کا دل غافل ہو گیا ہے ۔جسے آخرت یاد نہیں رہی۔ جس نے دنیا کو منزل بنا لیا ہے اور دنیا کی آرائش کو ،آرام کو ،آسودگی کو ،دنیا کی لذتوں کو ،شہوتوں کو، دنیا کی عزتوں کو، نام ونمود کو ،جان و مال کو، طاقت کو، سلطنت کو، رعب کو، دبدبہ کو، دنیا میں نام کو ،دنیا ہی کو یہ دنیا اور اس میں جو کچھ ہے اس کے لوازمات جس نے اسی کو مقصود حیات بنالیا ہے اور آخرت اس کی نظر سے اوجھل ہوگئی ہے وہ برا ہے یہ اللہ رب العزت اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیا ہوا پیمانہ ہے۔

فرماتے ہیں: بیٹے! یہ بھی یاد رکھنا کہ زندگی میں بدترین کھانا وہ ہے جو حرام ہے۔ اور بدترین ظلم وہ ہے جو کسی کمزور اور ناتواں پہ کیا جائے۔

دوسری وصیت:

21 شب رمضان کو جب آپ رضی اللہ تعالی پر حملہ کردیا گیا آپ زخمی ہوگئے۔آپ شہید ہونے والے تھے۔ شہادت سے قبل آپ نے دونوں شہزادوں سے گفتگو کی۔

فرمایا: اے میرے بیٹے حسن اور حسین! دونوں کو وصیت کی ہے۔ زندگی میں ہر لمحہ میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ اپنی زندگی کو تقوی کے ساتھ مامور رکھنا اور اپنے معاملات کو درست رکھنا۔

معاملات دو طرح کے ہوتے ہیں۔ بیٹے کچھ معاملات اللہ کے ساتھ ہوتے ہیں کچھ مخلوق کے ساتھ ہوتے ہیں معاملات پانچ قسم کے ہیں۔

معاملات:

۱۔ اللہ کے ساتھ تعلق کو درست رکھنا یہ معاملات کا ایک شعبہ ہے اللہ کے ساتھ اپنے معاملات کو بندگی، عبدیت، عبودیت کے معاملات کو درست رکھنا۔ عقیدے میں، عمل میں، عبادت میں، اطاعت میں، توکل میں، یقین میں، بھروسے میں، نیاز مندی میں، تواضع میں، خشوع وخضوع میں، اخلاص میں، تابعداری میں، فرمانبرداری میں، تقوی میں، سارے معاملات اللہ کے ساتھ درست رکھنا یہ ایک پہلو ہے۔

۲۔ دوسرا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاملات کو درست رکھنا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت

میں ،حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی اطاعت میں، آقا علیہ الصلاۃ والسلام کی متابعت میں ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم میں ،آپ کے دین کی خدمت میں اور نصرت میں، آپ کے دین کو لوگوں تک پہنچانے میں ،آپ کی تعلیمات کو قبول کرنے میں دل و جان سے ، آقا علیہ الصلاۃ والسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے میں، معاشرے تک پہنچانے میں، آپ کا پیغام قبول کرنے میں اور پیغام آگے پہنچانے میں، یہ آقا علیہ صلاۃ و سلام کے ساتھ معاملات ہیں۔

۳۔ پھر صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کے ساتھ معاملات ہیں۔یہ عقیدے کے معاملے میں بھی اور ان کی اتباع کے کہ انہوں نے یہ اسوہ دیا ہے۔ اس کی پیروی کرنا اس سے بہتر کوئی اسوہ اور طرز زندگی نہیں ہے۔

۴۔ پھر اولیاء و صالحین آ جاتے ہیں۔ اولیاء و صالحین ان کے ساتھ معاملات درست رکھنا۔ ان کی تعظیم و تکریم بھی ہے اور سب سے بڑھ کر ان کا دیا ہوا طریقہ زندگی، اسوہ زندگی، ان کی تعلیمات کو اپنانا، قبول کرنا،عمل کرنا تب ان کے ساتھ تعلق صحیح بنتا ہے۔عقیدت اور متابعت دو کو جمع کریں یعنی اعتقاد اور اتباع۔عقیدہ درست رکھیں اورعمل ان کی متابعت ، ان کی پیروی میں رکھیں۔

پھر اس کے بعد معاملات آپکے اپنے والدین کے ساتھ، مشائخ کے ساتھ، بزرگوں کے ساتھ ،عزیز و اقارب کے ساتھ، بھائیوں کے ساتھ، بہنوں کے ساتھ، دوستوں کے ساتھ، کولیگز کے ساتھ پھر ان میں حقوق آتے ہیں، واجبات ہیں ان معاملات کو درست رکھنا۔

۵۔ پانچواں درجہ جمیع مخلوق کے ساتھ۔ جہاں بھی آپ کا واسطہ ہے کسی کے ساتھ، جان پہچان والا ہے یا اجنبی ہے۔ دوست ہے یا دشمن، اپنا ہے یا پرایا ہے،غریب ہے یا امیر ہے، قریب کا ہے یا بعید کا ہے۔ آپ کی اپنی تنظیم و تحریک سے وابستہ ہے یا نہیں ہے کسی اور جگہ وابستہ ہے، اللہ کی مخلوق ہے،

جو نیکی کا حکم دیتے رہنا برائی سے منع کرتے رہنا اگر تم نے اس عمل سے ہاتھ اٹھا لیا یعنی امر بالمعروف نیکی پھیلانے سے رک گئے اور برائی کو روکنے کی جو کاوش ہے جو آپ کا مشن ہے اگر اس سے رک گئے اپنی ذات تک محدود ہو گئے آگے یہ فیض نہ پہنچایا تو فرمایا پھر تم پر بدکردار لوگوں کو حکمران بنا کر مسلط کر دیا جائے گا

انسان ہے، آقا علیہ الصلاۃ والسلام کا امتی ہے حتیٰ کہ اگر امتی نہیں مسلمان بھی نہیں تو انسان ہے اللہ کی خلق تو ہے، اس سے بھی معاملات کو درست رکھنا۔ اس کے حقوق کی ادائیگی کرنا۔

۶۔ مولا علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں میرے بیٹے حسن اور حسین یہ جو اصلاح ذات بینکم آپس کے تعلقات کو ہمیشہ درست رکھنا، سنوارنا تا کہ آپ کی زبان سے، آپ کے عمل سے ،آپ کے جسم سے آپ کے دل سے، آپ کے دماغ سے ،سوچ سے کسی کو نقصان نہ پہنچے، کسی سے نفرت نہ کرو ،کسی سے ظلم نہ کرو، کسی کو دکھ نہ دو کسی کو تکلیف نہ دو کسی کو حقیر نہ جانو، کسی کی حق تلفی نہ ہو ،کسی کا دل نہ ٹوٹے آپ سے، کسی کا کوئی حق ادا ہونے سے نہ رہ جائے، ضرورت مند ہے تو حاجت روائی ہو۔ دکھی ہے تو آپ سے مل کے اسے سکون ملے، پریشان حال ہے تو راحت پائے۔ ہر ایک کا حق ادا کریں۔ یہ فرمایا اپنے باہمی تعلقات سنوارے رکھنا کیونکہ مولا علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں میں نے تمہارے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرمایا:

صلاح ذات البین افضل من عامة الصلاة و الصیام.

فرض روزے اور فرض نمازوں کو چھوڑ کر کوئی آدمی ساری زندگی نفلی عبادت کرے، پوری زندگی ساری رات قیام

اللیل کرے، نوافل پڑھے، سجدہ ریزیاں کرے اور زندگی بھر روزے رکھے، فرمایا کوئی شخص نفلی اتنی عبادت کرے کہ ساری زندگی روزے سے رہے اور ساری زندگی شب بیداری کرے تسبیح وتحلیل کرے اللہ اللہ کرے، فرمایا اس ساری عبادت سے کئی گنا زیادہ افضل اور اعلی عمل اور عبادت آپس کے تعلقات کو بہتر کرنا ،آپس کے تعلقات کی اصلاح کرنا۔

آپس کی کشیدگیوں کو مٹانا آپس کی کشیدگی کو مٹانا آپس کی رنجشوں کو مٹانا، آپس کی ناراضگی کو ختم کرنا اور دلوں کو کھولنا وسعت دینا تاکہ رشتے ،تعلقات اچھے ہو جائیں فرمایا نفلی نمازوں اور روزوں سے افضل ہے۔

پھر فرمایا یہ تیموں کے بارے میں ڈرتے رہنا، تمہارے زندہ ہوتے ہوئے یتیم بھوکے نہ رہیں ایسا نہ ہو کہ تم زندہ ہو اور تمہارے ہوتے ہوئے یتیم ہلاک ہوجائیں، تیموں کا سہارا بننا اور پھر فرمایا ہمسایوں کے بارے میں ڈرتے رہنا۔ آقا علیہ الصلاۃ والسلام نے ہمسائیگی کے اتنے حقوق بیان کئے کہ صحابہ کرام نے سمجھا کہ شاید انہیں وارث بنا رہے ہیں۔

قرآن مجید کی تعلیمات پر ہمیشہ عمل کرتے رہنا، ہر ایک سے آگے بڑھنا ،سبقت لے جانا، دین تمہارا ستون ہے اس کو مضبوطی سے تھامے رکھنا ،تم پر لازم ہے کہ آپس میں میل ملاپ رکھنا، آپس کے رشتوں کو کٹنے نہ دینا۔

اور فرمایا اور کسی شخص کے پیچھے خبردار خیانت نہ کرنا۔ کسی کو نظرانداز نہیں کرنا۔ نہ اس کے پیٹھ پیچھے کوئی برائی کرنا اور اگر کسی سے پیٹھ پھیر لو گے یعنی نظرانداز کر دو گے تو تعلقات ختم ہو جائیں گے ۔تو تعلقات توڑنے سے پرہیز کرنا ۔کوئی ایسا عمل نہ کریں جس سے باہمی انسانوں کے تعلق ٹوٹ جائیں اور پھر آپ نے فرمایا کہ ہمیشہ پرہیزگار بنے رہیں ، نیکی کا حکم دینے والا بنے رہیں ،برائی سے منع کرتے رہیں ۔

جو نیکی کا حکم دیتے رہنا برائی سے منع کرتے رہنا اگر تم نے اس عمل سے ہاتھ اٹھا لیا یعنی امر بالمعروف نیکی

فرماتے ہیں: بیٹے! یہ بھی یاد رکھنا کہ زندگی میں بدترین کھانا وہ ہے جو حرام ہے۔ اور بدترین ظلم وہ ہے جو کسی کمزور اور ناتواں پہ کیا جائے

پھیلانے سے رک گئے اور برائی کو روکنے کی جو کاوش ہے۔ اپنی ذات تک محدود ہوگئے آگے یہ فیض نہ پہنچایا تو فرمایا پھر تم پر بدکردار لوگوں کو حکمران بنا کر مسلط کر دیا جائے گا۔ ان قوموں پر بدکردار لوگ حکمران بنا کر مسلط ہوجاتے ہیں۔ ان لوگوں پر کرپٹ لوگ مسلط ہو جاتے ہیں، ان لوگوں پر ظالم اور خائن لوگ مسلط ہو جاتے ہیں،حکمران بنا دیے جاتے ہیں جو قومیں نہ خود نیکی کرتی ہیں نہ نیکی کا آگے حکم دیتی ہیں اور نیکی کو پھیلاتی ہیں نہ خود برائی سے روکتی ہیں اور نہ اور لوگوں کو برائی سے روکنے کی کوشش کرتی ہیں۔

فرمایا اگر اس کام سے ہاتھ اٹھا لیے تو پھر تمہارے اوپر بدکار اور خائن لوگ حکمران کے طور پر مسلط کر دیے جائیں گے اور پھر تم جیسے لوگ بھی اگر دعا مانگو گے تو قبول نہیں کی جائے گی۔ اسے محفوظ رکھ لیا جائے گا دعا سے مراد دعا مانگو گے معاشرے کے لئے ،لوگوں کے لئے باری تعالیٰ ہماری قوم پر رحم فرما، ظالموں سے نجات عطا فرما پھر وہ نجات دعاؤں سے نہیں ہوتی ۔مولا علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ فرما رہے ہیں تم بھی دعا مانگو گے تو روک دی جائے گی۔

یعنی اس قوم کے حق میں قبول نہیں ہوگی مولا علی المرتضی نے نصیحت اور حسنین کریمین کے لیے فرمائی اور ان کے ذریعے امت کے ہر اس فرد تک پہنچائی فرمایا جو میری اس وصیت کو سنے گا اس سے مخاطب ہوں۔ اللہ پاک ہمیں زندگی کا صحیح شعور اور اس کی حقیقت کے لئے صحیح معرفت عطا فرمائے۔ حقیقت سمجھنے کے لئے اور اسے سنوارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی علمی خدمات

غنیۃ الطالبین آپ کی شہرہ آفاق علمی و روحانی تصنیف ہے

ڈاکٹر شفاقت علی البغدادی الازہری

اسلام کی تاریخ میں بہت سی شخصیات ایسی ہیں جنہوں تصوف کو باقاعدہ منظّم طور پر پیش کیا اور اس پر لگی قدغن کو دور کیا ان میں سے اہم شخصیت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی ہے ۔اگر روحانیت وتصوف کی دنیا کو دیکھا جائے چھٹی صدی ہجری میں جب تصوف کی قدریں کمزور ہو رہیں تھیں اور اخلاق و سلوک کے پیروکاروں کے لیے ایک مضبوط مرکز کی ضرورت تھی اللہ رب العزت کے فضل و کرم کی بدولت وہ مرکز سرزمینِ بغداد پر قائم ہوا، جس کے بانی شیخ عبد القادر جیلانیؒ ہیں۔آپؒ حسنی وحسینی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔

حصول علم:

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی عمر مبارک جب پانچ برس ہوئی (اور بعض روایتوں کے مطابق) سوا چار برس ہوئی تو آپ کی والدہ محترمہ نے آپؒ کو جیلان کے مقامی مکتب میں بیٹھا دیا۔حضرت کی ابتدائی تعلیم اسی مکتب مبارک میں ہوئی اس مکتب میں آپ کے اساتذہ یا استاد کون تھے کتب تاریخ و سیر اس بارے میں خاموش ہیں دس برس کی عمر تک آپ کو ابتدائی تعلیم پرکافی دسترس ہوگئی اس عمر میں انہیں ایک عجیب مشاہدہ ہوا یعنی جب وہ مکتب جاتے تو اپنے پیچھے عجیب نورانی صورتوں کو چلتا دیکھتے۔

آپ کے صاحبزادے شیخ عبد الرزاقؒ کا بیان ہے: ایک حضرت غوث اعظمؒ سے دریافت کیا کہ آپ کو اپنے ولی ہونے کا علم کب ہوا تو آپؒ نے فرمایا جب میں دس برس کا تھا اور اپنے شہر کے مکتب میں پڑھنے جایا کرتا تھا تو فرشتوں کو اپنے پیچھے چلتے دیکھتا تھا اور جب مکتب میں پہنچ جاتا تو وہ بار بار یہ کہتے اللہ کے ولی کو بیٹھنے کی جگہ دو اللہ کے ولی کو بیٹھنے کی جگہ دو۔

اسی واقعہ کو بار بار دیکھ کر میرے دل میں یہ احساس پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے درجہ ولایت پر فائز کیا ہے۔

شیخ عبد القادر جیلانی البغدادیؒ لڑکپن ہی میں حصول علم کے لیے بغداد روانہ ہوگئے ۔اورکثیر مشائخ سے تعلیم و تفقہ حاصل کیا۔آپؒ نے مدرسہ نظامیہ میں تکمیل علوم کی یہ مدرسہ دنیائے اسلام کا مرکزی علوم وفنون تھا اور بڑے نامور اساتذہ اور آئمہ فن اس سے متعلق تھے۔حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نہ صرف اس جوئے علم سے خوب خوب سیراب ہوئے بلکہ مدرسہ کے اوقات سے فراغت پا کر اس دور کے دوسرے مشہور علماء سے بھی استفادہ کیا۔آپ اپنے زمانہ میں امام الحنابلہ، فقیہ صالح، کثیر الذکر، دائم الفکر اورعظیم المرتبت ہستی کے مالک تھے۔

آپؒ کے دورہ بغداد کے وقت ابوالخیر حماد بن مسلم اور حضرت قاضی ابوسعید مبارک مخزومی علوم طریقت کے رہنما تھے۔آپ قاضی ابوسعید سے بیعت کر کے ان کے حلقہ ارادت

میں شامل ہو گئے۔

عبدالنبی کوکب لکھتے ہیں:

حضرت شیخ نے ان سے ظاہر و باطن پر دو طریق میں استفادہ کیا اور خرقہ طریقت بھی ان کے دست مبارک سے پہنا۔

تحصیل علم کے معاملہ میں آپ نے اپنے طبعی زہد و قناعت سے بالکل کام نہ لیا آپ کے اساتذہ میں ابو الوفاء علی بن عقیل، ابو غالب محمد بن حسن باقلانی، ابو زکریا یحیٰ بن علی تبریزی، ابو سعید بن عبد الکریم، ابو الغنائم محمد بن علی بن محمد ابو الخیر حماد بن مسلم الدباس جیسے نامور علماء وآئمہ فن کا نام نظر آتا ہے علم قراء ت، علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ، علم لغت، علم شریعت، علم طریقت غرض کوئی ایسا علم نہ تھا جو آپ نے اس دور کے باکمال اساتذہ وآئمہ سے حاصل نہ کیا ہو اور صرف حاصل ہی نہیں بلکہ ہر علم میں وہ کمال پیدا کیا ہ تمام علمائے زمانہ سے سبقت لے گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے قرآن کریم بغداد میں حفظ کیا دوسری روایت میں ہے کہ قرآن کریم آپ نے جیلان میں ہی حفظ کر لیا تھا البتہ علم قرآن یعنی تفسیر و قرآت وغیرہ کی تحصیل وتکمیل آپ نے بغداد میں کی علم و ادب میں آپ کے استاد امام ابو زکریا یحیی بن علی بن محمد بن حسن تبریزی تھے جو اپنے وقت کے یگانہ روزگار عالم تھے اور بے شمار کتابوں کے مصنف تھے۔ان کی تصنیفات میں تفسیر القرآن و الاعراب،الکافی فی علم العروض والقوافی اور شرح دیوان ابی تمام اور شرح الدریدیہ بہت مشہور ہیں۔

علم فقہ اور اصول میں آپ کے خصوصی اساتذہ شیخ ابو الوفا علی ابن عقیل حنبلی، قاضی ابو یعلی، شیخ ابو الخطاب محفوظ الکلوذانی حنبلی اور قاضی ابوسعید مبارک بن علی مخرمی حنبلی تھے۔

اس طرح علم حدیث میں آپ نے جن اساتذہ سے خصوصی استفادہ کیا ان میں ابو البرکات طلحہ العاقولی، ابو الغنائم محمد بن علی بن میمون الفرسی، ابو عثمان اسماعیل بن محمد الاصبہانی، ابو طاہر عبد الرحمٰن بن احمد، ابو غالب محمد بن حسن باقلانی، ابو طالب عبد القادر بن محمد بن یوسف کا تذکرہ ملتا ہے۔

آپؒ کو تیرہ علوم میں دستگاہ حاصل تھی جس میں علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ، علم لغت، علم ادب، علم نحو، علم مناظرہ، علم تاریخ، علم الانساب اور علم فراست میں وہ کمال حاصل کیا کہ علمائے بغداد بلکہ علمائے زمانے سے سبقت لے گئے اور سب کے مرجع بن گئے۔

غرض آٹھ سال کی طویل مدت یں آپ تمام علوم کے امام بن چکے تھے اور جب آپ نے ماہ ذی الحجہ 496ھ کو ان علوم میں تکمیل کی سند حاصل کی تو کرہ ارض پر کوئی ایسا عالم نہ تھا جو آپ کی ہمسری کا دعویٰ کر سکے۔

تصنیفات:

شیخ جیلانیؒ بنیادی طور پر ایک مؤثر واعظ مبلغ تھے آپ نے اصول وفروع اور اہل احوال وحقائق کے بارے میں کئی تصنیفات چھوڑی ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ صاحبِ قلم بھی تھے۔

آپ کی تالیفات کی تعداد پندرہ کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے جن میں غنیۃ الطالبین آپ کے افکار پر مشتل تالیف ہے۔ یہ کتاب مختلف ابواب وفصول پر مشتمل ہے جن میں ارکان شریعت کی تفصیل متعلقہ مسائل، انفرادی اور جنسی زندگی کے بارے میں شرعی آداب، امر بالمعروف، ایمان کی حقیقت، بدعت وضلالت، کبائر وصغار سے توبہ، سال کے مختلف ایام وشہور میں آنے والی شری عبادات وتقریبات کے لئے ہدایات درج کی گئی ہیں۔اس کے علاوہ افتح الربانی (آپؒ کے باسٹھ مواعظ مشتمل ہیں)، الفیوضات الربانیہ فی الاوراد القادر یہ، فتوح الغیب، بشائر الخیرات، سرالاسرار اور دیگر نابغہ روزگار تالیفات آپ سے منسوب ہیں۔ مفتی طرابلس (شام) کے کتب خانے میں قرآن مجید کی ایک عمدہ تفسیر کا قلمی نسخہ موجود ہے کہا جاتا ہے کہ یہ تفسیر بھی آپؒ کی تالیف ہے۔

اصلاح احوال وتزکیہ نفس:

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ علم وفضل کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ لوگ آپ سے دینی علوم میں مستفید ہوتے

اورتصوف وتزکیہ اوراصلاح قلب کے لیے بھی آپؒ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

آپ کے ان گنت کمالات اور خوبیوں میں سے سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ آپ نے مردہ دلوں کی مسیحائی کی، اصلاحِ باطن کا فریضہ انجام دیا اور بے شمار بندگانِ خدا کو خدا سے جوڑا، راہ بھٹکے ہوؤں کو راستہ دکھایا،غفلت اور سرکشی میں مبتلاانسانوں کو بیدار کیا۔ آپ کے مواعظ میں کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوتے۔ آپ کے وعظ دل پذیر کی شہرت اور اثر آفرینی کا چرچہ ہونے لگا اور لوگ کشاں کشاں آپ کی مجلس و عظ میں شرکت کرتے اور دل کی دنیا کو بدل لیتے۔ لوگ آپ کی مجالس میں شریک ہوکر توبہ کرتے اور گناہوں کی زندگی کو ترک کا عزم و ارادہ کرتے اور جو بے ایمان ہوتے مشرف باسلام ہوجاتے۔ آپ کی کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی تھی کہ جس میں یہود ونصاری اسلام قبول نہ کرتے ہوں یا قطاع الطریق (ڈاکو) قاتل اور بداعتقاد لوگ آ کر توبہ نہ کرتے ہوں۔

مجالس علم وعظ کا قیام:

اللہ رب العزت نے لوگوں کی اصلاح و تربیت کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجا، اورحضور نبی اکرم ﷺ خاتم الرسل بنا کر مبعوث فرمایا۔قرآن کریم میں حضور نبی اکرم ﷺ کے فرائض منصبِ نبوت کو بیان کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے ارشادفرمایا:

هُوَ الَّذِی بَعَثَ فِی الْأُمِّیِّینَ رَسُولًا مِّنْهُمْ یَتْلُوا عَلَیْهِمْ ءَایَٰتِهِ وَیُزَکِّیهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتَٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَإِن کَانُوا مِن قَبْلُ لَفِی ضَلَٰلٍ مُّبِینٍ(الجمعة،02)

وہی ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک (باعظمت) رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بھیجا وہ اُن پر اُس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور اُن (کے ظاہر و باطن) کو پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں، بیشک وہ لوگ اِن (کے تشریف لانے) سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

آپ ﷺ اپنی بعثت کا مقصد حدیث مبارکہ میں بیان فرمایا جسے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ ایک دن اپنے کسی کمرے سے نکلے اورمسجد میں داخل ہوئے، آپ نے اس میں دو حلقے دیکھے، ایک تلاوت قرآن اور ذکرو دعا میں مشغول تھا، اور دوسرا تعلیم وتعلم میں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

" کل علی خیر هؤلاء یقرء ون القرآن ویدعون الله، فإن شاء اعطاهم، وإن شاء منعهم، وهؤلاء یتعلمون، وإنما بعثت معلما فجلس معهم."(ابن ماجه)

دونوں حلقے نیکی کے کام میں ہیں، یہ لوگ قرآن پڑھ رہے ہیں، اور اللہ سے دعا کر رہے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ چاہےتو انہیں دے اور چاہےتو نہ دے، اور یہ لوگ علم سیکھنے اور سکھانے میں مشغول ہیں، اور میں تو صرف معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں، پھرانہیں کے ساتھ بیٹھ گئے۔

مندرجہ بالانصوص سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تعلیم کتاب وحکمت وتزکیہ نفوس انبیاء کی بعثت کے اہم مقاصد میں سے ہے۔انبیاء علیہم السلام کے بعد علمائے اہل حق اورصوفیائے کرام نے اپنے اپنے ادوار میں تعلیم وحکمت اور اصلاح امت کے مشن کو جاری وساری رکھا۔

انبیاء کرام کے طریق پر چلتے ہوئے حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ اصلاح احوال امت کے لیے مجالس علم اور ذکروفکر کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ آپؒ نے عروق مردہ میں تعلیم وحکمت اور ذکر اورفکر کے ذریعے حیات نو کی رمق پیدا کی اور ایسی مجالس قائم فرمائی جن سے شرق تا غرب فیض یاب ہوئے اور قیامت تک ہوتے رہے گے۔

آپؒ نے تدریس کا آغاز520ھ میں کیا۔ آپؒ نہایت بلند پایہ خطیب بھی تھے۔ یہ وہ دور تھا جب ابوالفتوح اسفرائینی کی بے بنیاد روایات پرمبنی خطابات کی وجہ سے لوگوں میں بے چینی پیدا ہوئی۔تو جب آپ نے مواعظ کا سلسلہ شروع

کیا تو لوگوں نے ذوق و شوق سے شیخ کی مجالس کی طرف رجوع کیا اور ابوالفتوح کی مجالس بے رونق ہوگئیں۔

آپ کی مجالسب بڑی بابرکت اور بارونق ہوتیں صد ہا اہل علم قلم اور کاغذ لے کر بیٹھتے۔ لوگوں کا اس قدر ہجوم ہوتا کہ مدرسہ میں تل رکھنے کی جگہ نہ رہتی ، عامتہ الناس کے رجوع کا یہ عالم تھا کہ گویا سارا بغداد ہی وعظ پرامنڈ آیا ہو۔ اللہ تبارک وتعالی نے آپ کو ایسی وجاہت عطا فرمائی جو بڑے بڑے بادشاہوں کو نصیب نہیں ۔ آپ کی مجالس وعظ میں لوگوں کی اس قدر شرکت ہوئی کہ مدرسہ کی جگہ ان کے لئے تنگ پڑ گئی۔ لوگ باہر فصیل کے پاس سڑک پر بیٹھ جاتے اور یہ سلسلہ بڑھتا چلا گیا تو قرب و جوار کے مکانات شامل کر کے مدرسہ کو وسیع کر دیا گیا۔ یہ مدرسہ ایک وسیع عمارت کی صورت میں تعمیر ہوگیا اور آپ ہی کرطرف منسوب کیا گیا۔ اکثر مؤرخین نے سامعین کی تعداد ستر ہزار سے متجاوز بتائی، آپ کے مواعظ حسنہ تحریر کرنے کے لئے چار سو کاتب بیک وقت مجلس میں موجود ہوتے۔ آپ نے نہایت جدو جہد واجتہاد کے ساتھ درس وافتاء ووعظ کے کام کو آگے بڑھایا دور دراز سے لوگ آپ سے شرف ملاقات حاصل کرنے کے لئے آنے لگے چاروں طرف سے لوگ آ کر آپؒ کے پاس جمع ہو گئے اور علما وصلحاء کی ایک بڑی جماعت آپ کے پاس تیار ہوگئی اور یوں آپ کا علمی و روحانی فیض پورے عراق میں پھیل گیا۔

مجالس علم وعظ کی خصوصیات:

حضرت کی مجلس وعظ کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپؒ کی آواز دور ونزدیک تک یکساں پہنچتی تھی۔ گرمی کے موسم میں بادل آپ کی مجلس پر سائبان کیے رہتے ۔دوران وعظ آندھی یا بارش سے واسطہ نہ پڑتا، آپ کے بعض خلفائے کرام دور دراز علاقوں میں مجالس کا اہتمام کرتے اور کرامت کے طور پر وہاں بھی آپ کا وعظ سنائی دیتا۔ تاثیر وعظ کا یہ عالم تھا کہ کوئی مجلس وعظ ایسی نہ ہوتی جس سے ذوق وشوق، تصرف وہیبت اور عظمت وجلال کے باعث کئی جنازے اٹھائے جاتے اور سامعین کی کثیر تعداد کئی کئی دن تک مدہوش رہتی۔ دوران وعظ خشیت، گریہ وزاری اور آہ وفغاں کی صورت میں ایک محشر بپا رہتا، ہزاروں گریباں چاک ہوتے اورسینکڑوں نیم بسمل کی طرح سے تڑپتے اٹھائے جاتے۔ آپ کی مجالس علمی میں اکابر مشائخ عراق، علمائے کرام، مفتیان عظام کے علاوہ ملائکہ، جنات اور رجال الغیب بکثرت موجود ہوتے تھے۔

شیخ موفق الدین ابن قدامہ فرماتے ہیں:

میں نے کسی شخص کی آپ سے بڑھ کر دین کی وجہ سے تعظیم ہوتے نہیں دیکھی ، بادشاہ اور وزراء آپ کی مجالس میں نیاز مندانہ حاضر ہوتے اور ادب سے بیٹھ جاتے علماء اور فقہاء کا کچھ شمار نہیں تھا۔

شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ نے پوری ہمت وطاقت اور اخلاص کے ساتھ وعظ وارشاد، دعوت وتربیت، اصلاح نفوس اور تطہیر قلوب کا فریضہ ادا کیا۔ آج ہمارے لیے آپؒ کی تعلیمات مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ کیونکہ موجودہ دور میں دین سے دوری اور مادیت پسندی جیسے مسائل سوہان روح بنتے جارہے ہیں اور ان سب کا حقیقی ،پائیدار حل آپؒ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے ہی ممکن ہے۔ آج بھی رو بہ زوال اخلاقی اور اسلاقی اقدار کی حیات نو اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے حصول کے لئے آپ کی پاکیزہ زندگی ہمارے لیے ہدایت کا سامان رکھتی ہے۔ آپؒ کی تعلیمات اور ارشادات آج کے اس پرآشوب اور پرفتن دور میں ایک شفیق ومہربان اور راہبر کامل کی طرح ہماری رہنمائی فرماتے ہیں ۔

شفا پاتے ہیں صد ہا جاں بَلَب اَمراضِ مُہلک سے
عجب دارُالشّفاء ہے آستانہ غوثِ اعظم کا

☆☆☆☆☆

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آرہی ہے دمادم صدائے کن فیکون

تخلیقِ کائنات اور حکمِ کُن فیکون کی سحر انگیزی

محمد شفقت اللہ قادری

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آرہی ہے دما دم صدائے کُن فیکون

قبل اس کے کہ قرآن کریم کی روشنی میں قصص الانبیاء رقم کیے جائیں اور لفظ کُن کی سحر انگیزی آشکار کی جائے۔ اولین ذکر کریں اس عظیم متین فہیم ہستی کا جس کا ذاکر اول خالق کائنات ہے۔ یاد رکھیں محبوب خدا، حبیب کبریا، نوراً علی نور محمد مصطفیٰ ﷺ کی وجہ تسمیہ اور وجہ موجہ یعنی کہ کامل اور اکمل دلیل فقط لفظ کُن ہے۔ اس لیے کہ جب خالق عظیم نے روح اقدس محمد کریم ﷺ تخلیق کرنا چاہی تو نظریہ ضرورت کے تحت لفظ کُن تخلیق کیا اور ثابت یہ ہوا کہ دل یزداں میں اپنا محبوب محمد ﷺ پہلے ہی سے موجود تھا۔ فقط اپنے ظاہر ہونے کے بعد لفظ کن کے ذریعے روح محمد تخلیق کرنے کا اعلان کیا۔

قارئین گرامی قدر! یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ معجزات الٰہیہ پر مبنی قصص الانبیاء کم و بیش ہر نبی اور رسول پر رونما ہوئے، کسی پر ایک اور کسی پر دو دو تین تین معجزات رونما ہوئے اور بشر پر وحی الٰہی کا نزول بھی جبرائیل امین علیہ الاسلام کے ذریعے ہوا۔ تاہم جب امام الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کی باری آئی تو آپ کو مرقع معجزات الٰہیہ بنادیا اور یہ نص، قرآنی سے ثابت ہوچکا ہے کہ معجزات الٰہیہ کا رونما ہونا فقط حکم کُن فیکون کی بدولت ہے۔ تاہم نبی آخرالزمان محمد مصطفیٰ ﷺ کریم پر ظاہر ہونے والے حیران کُن معجزات سے معلوم ہوتا ہے کہ حکم کُن کی فیوضات برکات کا منبع اور سرچشمہ بھی خالق عظیم نے اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کو ہی بنادیا تھا۔ حقیقت اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی جانتے ہیں۔ عالم ہائے ہفت اور کائنات کا آغاز اور انجام حکمِ کُن فیکون کا ہی عملی مظاہرہ ہے۔ جس طرح قرآن مجید فرقان حمید کا لوح محفوظ سے آسمان دنیا یعنی کہ بیت العزۃ پر اتارنا اور پھر دھیرے دھیرے قلب محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل فرمانا فقط حکم کن کا ہی کرشمہ ہے۔ میری نظر میں حکم کن عالم ہائے ہفت اور کائنات ارض و سماوات کی روح ہے، جس طرح روح کے بغیر جسم کی کوئی حیثیت اور وقعت نہ ہے۔ اسی طرح حکم کن کے بغیر نہ بقا ہے اور نہ ہی فنا۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰـهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ. (النحل، ۱۶: ۴۰)

’’ہمارا فرمان تو کسی چیز کے لیے صرف اِسی قدر ہوتا ہے کہ جب ہم اُس (کو وجود میں لانے) کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم اُسے فرماتے ہیں: ’ہو جا‘ پس وہ ہو جاتی ہے۔‘‘

قارئین محتشم! قرآن عظیم سے ثابت ہے کہ انسانی زندگی کا آغاز اور اختتام دونوں امر الٰہی کے حکم کن فیکون پر موقوف ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ج فَاِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ. (المومن،۴۰: ۶۸)

’’وہی ہے جو زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے پھر جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو صرف اسے فرما دیتا ہے: ہو جا۔ پس وہ ہو جاتا ہے۔‘‘

قارئین گرامی قدر! خصوصی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ جب رب محمد ﷺ نے چاہا میں ظاہر ہوجاؤں تو پس ہوگیا۔ قابل غور بات یہ ہے کہ خالق ارض سماوات کی منشا تو تھی ہی مگر میری نظر میں ارادہ الٰہیہ میں کچھ اور بھی مخفی تھا۔ جس کے لیے نظریہ ضرورت کے تحت حکم کن تخلیق کرنا پڑا تا کہ اس مخفی خزانے کا اظہار و اعلان کیا جاسکے۔ میری دانست میں وہ فقط روح محمد کریم ﷺ تھی جو حکم کُن سے ظاہر پذیر ہوئی۔ کیونکہ خالق عظیم تو کسی کُن فیکون کا محتاج نہ ہے وہ تو کن بھی خالق اور مالک تھا۔ یاد رہے کہ حکم کن قرآن مجید میں کم وبیش سات مرتبہ آیا ہے۔

معراج کُن فیکون:

وجدانی فلسفہ معراج مصطفیٰ ﷺ یہ ٹھہرا کہ شبِ معراج لفظ کُن کا بھی معراج تھا کیونکہ یوں تو حکم کُن کی دسترس میں عالم ہائے ہفت تحت الثریٰ تا عرش بریں تک ہیں اور خالقِ ربِ عظیم کے حکمِ کُن کے منتظر ہیں۔ تاہم مجھے یوں لگتا ہے کہ شبِ معراج حکمِ کُن فیکون رب محمد ﷺ نے مطلوب قاب قوسین محبوب خدا، حبیب کبریا کے اشارے کے تابع اور دسترس محمد ﷺ میں دے دیا تھا۔ قرآن عظیم کا نقطہ معراج معجزہ معراج النبی ﷺ کُن فیکون کا ہی تسلسل تھا۔ پس خالق نے چاہا تو چشمِ زدن میں ایک رات کے لیے زمانے کی رفتار تھم گئی۔ لگتا ہے کہ اس رات عالم ہائے ہفت کی رفتار دستِ محمد ﷺ میں دے دی گئی تھی اور اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کو معراج عطا کردیا۔ دیدار الٰہی بے حد و بے حساب اور بے نقاب کروایا۔

قارئین گرامی قدر! حکمِ کُن روح کی طرح رب کائنات کی ایک لطیف حقیقت اور امرِ الٰہی ہے اور سرِ پنہاں ہے جس کی حقیقت بھی خدا ہی کو معلوم ہے۔ قارئین کرام، کُن فیکون کا عملی مظاہرہ قدرت ازل سے تھا اور ابد تک جاری ہے۔ تائید میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اپنی مایہ ناز تصنیف انسان اور کائنات کی تخلیق کے صفحہ نمبر 68 پر فرماتے ہیں کہ یہ حقیقت ہے کہ توسیع کائنات کا عمل رب کائنات کے حکمِ کُن کے نتیجے میں لحہ بہ لحہ جاری ہے اور کائناتیں اور مخلوقات معرض وجود میں آتی رہتی ہیں جن کی فقط خداوند عظیم کو خبر ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

(فاطر،۳۵: ۱۰)

’’اور وہ کائنات کی تخلیق میں اضافہ فرماتا رہتا ہے جس قدر وہ پسند فرمائے۔‘‘

اس کی تشریح میں جناب علامہ محمد اقبالؒ نے فرمایا:

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آرہی ہے دما دم صدائے کُن فیکون

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مزید فرماتے ہیں کہ قرآن کے مطابق فتق Explosion کا واقعہ آج سے تقریباً 15 ارب سال پہلے کا ہے جبکہ اس کے بعد سائنس بھی خاموش ہے۔ اسی تناظر میں ذہن نشین رہے کہ تخلیق روح محمد جو کہ اس مذکورہ مدت سے بھی پہلے تخلیق پذیر ہوئی، اس کے بعد بشری تخلیق آدم علیہ السلام خالق عظیم کا تخلیقِ انسانی میں پہلا حکم کُن فیکون تھا۔

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ط خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ. (آل عمران،۳: ۵۹)

’’بے شک عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال اللہ کے نزدیک آدم (علیہ السلام) کی سی ہے، جسے اس نے مٹی سے بنایا پھر (اسے) فرمایا ’ہو جا‘ وہ ہوگیا۔‘‘

قارئین ذی وقار! عنوان تخلیق کائنات امرور حکمِ کُن فیکون کی سحر انگیزی ہے تاہم یہ علمی حقیقت ہے کہ معجزات انبیاء اور رسل سے رونما ہوتے ہیں جبکہ کرامات اولیاء اور

صالحین امت محمدیہ سے رونما ہوتی ہیں۔ تاہم میری دانست میں یہ امر مشترک ہے کہ معجزہ اور کرامت میں اگر منشاء الٰہی اور حکمِ کُن نہ ہو تو نہ معجزہ رونما ہوتا ہے اور نہ ہی کرامت رونما ہوتی ہے یہ ایک اٹل حقیقت ہے۔ جیسے کہ ہزاروں سال قبل دورِ دقیانوس واقعہ اصحاب کہف رونما ہوا جو قرآنی شہادت پر مبنی ہے۔ مطابق قرآن عظیم سورہ کہف کی روشنی میں واقعہ اصحاب کہف چند اولیائے صالحین نوجوانوں کے ساتھ رونما ہوا جو ظالم حکمران کے ساتھ بھی صراط مستقیم پر گامزن رہے۔ دیکھنے میں یہ واقع معمولاتِ زندگی سے ہٹ کر مافوق الفطرت ہے تاہم فوقیت قرآنی کے باعث عظیم الشان قدرت الٰہیہ کا آئینہ دار ہے جو غیر نبی تھے مگر معجزاتی کرشمہ گری کے نتیجے میں حکمِ کُن فیکون کے تحت 309 برس بعد زندہ کردیئے گئے جو بعد از موت روز قیامت دوبارہ زندہ ہونے پر دلیل عظیم ہے۔ رب تعالیٰ نے دومختلف آیات قرآنی میں موت کے بعد دوبارہ زندگی کا حکم ارشاد فرمایا ہے:

وَهُوَ الَّذِىْ يَبْدَؤُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ.

''اور وہی ہے جو پہلی بار تخلیق کرتا ہے پھر اس کا اِعادہ فرمائے گا اور یہ (دوبارہ پیدا کرنا) اُس پر بہت آسان ہے۔'' (الروم،۳۰: ۲۷)

اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ. (البروج،۸۵: ۱۳)

''بے شک وہی پہلی بار پیدا فرماتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا فرمائے گا۔''

قارئین گرامی قدر! حکم کُن فیکون کی سحر انگیزی کے تحت قصص الانبیاء کی روشنی میں چند قرآنی واقعات ملاحظہ ہوں جو فقط حکم کُن فیکون پر دلالت کرتے ہیں:

قارئین گرامی! قبل ازیں یہ بات واضح کرچکا ہوں کہ رب کائنات نے جملہ انبیاء اور رسل کو بے شمار معجزات سے نوازا ہے مگر آقائے دوجہاں حبیب خدا محمد مصطفیٰ کریم ﷺ کی ذات مقدسہ اور عمر عظیم جس کی رب کائنات نے قسم کھائی:

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِىْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ.

''(اے حبیبِ مکرّم!) آپ کی عمرِ مبارک کی قسم، بے شک یہ لوگ (بھی قومِ لوط کی طرح) اپنی بدمستی میں سرگرداں پھر رہے ہیں۔'' (الحجر،۱۵: ۷۲)

کیونکہ خالق عظیم نے محبوب خدا کو سراسر مرقع کُن فیکون بنادیا تھا۔ سب سے بڑا معجزہ کُن فیکون اور اعجاز محمد مصطفیٰ ﷺ قرآن عظیم کا آپؐ کے قلبِ اطہر پر نازل ہوتا ہے۔ معروف معجزات میں کنکریوں کا حضور اقدس کی مٹھی مبارک میں کلمہ پڑھنا، درختوں کا جڑ سے اکھڑ کر حاضر ہونا اور سجدہ کرنا، یوم بدر فرشتوں کے ذریعے محمد رسول اللہ کے جاںثاروں کی مدد کرنا اور بڑے بڑے کفار کے سرداروں کی گردنیں مسلمانوں کی تلواروں سے کٹوادینا اور فرشتوں کی یلغار کا میدان بدر میں فتح یابی تک موجود رہنا اور جب محمد رسول اللہ ﷺ نے کفار کے لشکر پر کنکریاں پھینکیں اور کفار کی موت واقع ہوئی تو اس منظر پر کفار بھی حیران اور دنگ رہ گئے۔ خدا کی عزت کی قسم! محمد رسول اللہ ﷺ پر اس معجزہ عظیم کا ظاہر ہونا بھی حکمِ کُن فیکون ہی کا ایک عظیم عملی مظاہرہ تھا۔ قرآن عظیم مخاطب ہوا:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى.

''اور (اے حبیبِ محتشم!) جب آپ نے (ان پر سنگ ریزے) مارے تھے (وہ) آپ نے نہیں مارے تھے بلکہ (وہ تو) اللہ نے مارے تھے۔'' (الانفال،۸: ۱۷)

ظاہر ہے کہ رب عظیم کا حضور کے عمل کو اپنا عمل قرار دینا حکمِ کُن ہے۔ قارئین گرامی قدر! یوں تو حکمِ کُن فیکون کا ظاہری اطلاق عملی طور پر آغاز تخلیق کائنات سے ہوا اور انجام بھی حکمِ کُن فیکون کے ذریعے حشر بپا کرکے ہوگا۔ آغاز تخلیق کائنات کے لیے حکم خالق کائنات ارشاد حق تعالیٰ ہوا:

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ. (البقرہ،۲: ۱۱۷)

''وہی آسمانوں اور زمین کو وجود میں لانے والا

ہے، اور جب کسی چیز (کے ایجاد) کا فیصلہ فرما لیتا ہے تو پھر اس کوصرف یہی فرماتا ہے کہ 'تو ہو جا' پس وہ ہو جاتی ہے۔''

اختتام کائنات کے زمرے میں ارشاد حق تعالیٰ ہوا:

وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ط قَوْلُهُ الْحَقُّ.

''اور جس دن وہ فرمائے گا ہوجا تو وہ (روزِ محشر بپا) ہوجائے گا۔'' (الانعام،۶: ۷۳)

ملاحظہ ہوں چند قرآنی قصص الانبیاء جن کا اطلاق کُلی فقط حکمِ کُن فیکون کی حقانیت پر موقوف ہے۔

ا۔ منطقِ لفظ کُن فیکون دیدارِ الٰہی اور ہم کلامی موسیٰؑ:

جب منشاء ایزدی کار فرما ہوئی شوق الٰہی میں مست الست موسیٰ کلیم اللہؑ سے ہم کلامی کرے اور دیدار نور الٰہیہ سے نوازے جس کے لیے وہ مدت سے دشت و بیاباں میں پھر رہے ہیں۔ مشیت ایزدی حضرت موسیٰؑ کو اپنی زوجہ مکرمہ کے ہمراہ وادی ایمن (طور) میں لے گئی۔ گھٹا ٹوپ اندھیری رات تھی اور جنگل میں سخت سردی تھی، زوجہ مکرمہ نے آگ کی تپش کی تمنا کی، حضرت موسیٰؑ نے اہلیہؑ کو کہا میں نے دور آگ کا ایک شعلہ مچلتا ہوا دیکھا ہے میں تمہارے لیے کچھ بندوبست کرتا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ کی جگہ پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ مطلوبہ جگہ جھاڑیوں اور درختوں میں سے ایک ندائے غیب آئی۔ الوہی جلوؤں کے پرتُو سے صدا گونجی موسیٰ یہ آگ میں ہی تیرا رب اللہ ہوں جو سارے جہانوں کا رب ہے تیرے ساتھ ہم کلام ہوں۔ قرآن ارشاد فرماتا ہے:

فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْ م بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا. (النمل،۲۷: ۸)

پھر جب وہ اس کے پاس آ پہنچے تو آواز دی گئی کہ بابرکت ہے جو اس آگ میں (اپنے حجاب نور کی تجلی فرما رہا) ہے اور وہ (بھی) جو اس کے آس پاس (اُلوہی جلوؤں کے پر تو میں) ہے۔''

ابھی حضرت موسیٰؑ ہم کلامی میں محو حیرت اور گم تھے کہ مزید حکم باری تعالیٰ ہوا:

يٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ. (النمل،۲۷:۹)

''اے موسیٰ! بے شک وہ (جلوہ فرمانے والا) میں ہی اللہ ہوں جونہایت غالب حکمت والا ہے۔''

قارئین گرامی قدر! الوہی جلوؤں کے پرتُو میں خالق عظیم کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا جلوہ دکھانا اور ہم کلامی کرنا کیا حکمِ کُن فیکون کے جلوے نہ تھے؟ بے شک حکمِ کُن کی جلوہ گری تھی۔ جس نے پورے جنگل کو بقعہ نور بنادیا تھا پھر اسی طرح جب فرعون نے اپنی فوج کے ساتھ حضرت موسیٰؑ کا اور اس کی امت کے جانثاروں کا تعاقب کیا تو سمندر میں حضرت موسیٰؑ کے لیے راستہ بن گیا اور بدبخت فرعون اپنے انجام بدکو پہنچا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ. (الزخرف،۴۳: ۵۵)

''پھر جب انہوں نے (موسیٰ ﷺ کی شان میں گستاخی کر کے) ہمیں شدید غضبناک کر دیا (تو) ہم نے اُن سے بدلہ لے لیا اور ہم نے اُن سب کو غرق کر دیا۔''

رب العزت کی حقانیت کی قسم یہ حکم کُن کی ہی کرشمہ سازی تھی۔ پھر اسی طرح جب قوم موسیٰؑ نے خدا تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا اسرار کیا تو حضرت موسیٰؑ نے خالق عظیم کو التجا کی کہ قوم تجھے دیکھنے کی ضد کررہی ہے تو رب کائنات نے کڑک بجلی کے ذریعے سب کو موت دے دی اور دعائے موسیٰؑ پر سب کو زندہ کردیا۔

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ. (البقرہ،۲: ۵۵)

''اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ ہم اللہ کو (آنکھوں کے سامنے) بالکل آشکارا دیکھ لیں پس (اس پر) تمہیں کڑک نے آ لیا (جو تمہاری موت کا باعث بن گئی) اور تم (خود یہ منظر) دیکھتے رہے۔''

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ.

''پھر ہم نے تمہارے مرنے کے بعد تمہیں (دوبارہ) زندہ کیا تاکہ تم (ہمارا) شکر ادا کرو۔'' (البقرہ،۲: ۵۶)

کیا یہ حکم کُن فیکون کا عملی نمونہ نہ تھا کہ قوم موسیٰ کے مرنے والوں کو حکمِ کُن سے دوبارہ زندہ کیا۔

۲۔قرآنی حکم کُن فیکون آدم ثانی اور حضرت نوحؑ:

جب قوم نوح علیہ السلام نے حضرت نوحؑ کی نافرمانی کی جن میں حضرت نوحؑ کا بیٹا بھی شامل تھا۔حضرت نوحؑ حکم الٰہی سے ۴۰ افراد کے ساتھ ہر جانور کا جوڑ ایسے حکم الٰہی سے بنائی گئی کشتی میں سوار ہوئے منشاء ایزدی سے آسمان سے پانی برسا اور پہاڑ سے اونچی طوفانی لہروں نے نافرمانوں کو آلیا اور وہ سب ڈوب گئے۔حکم خداوندی صادر ہوا:

وَ قِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ . (ھود،۱۱: ۴۴)

''اور (جب سفینۂ نوح کے سوا سب ڈوب کر ہلاک ہو چکے تو) حکم دیا گیا: اے زمین! اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان! تو تھم جا، اور پانی خشک کر دیا گیا۔''

قارئین گرامی قدر! یہ حکم قرآنی درحقیقت حکمِ کُن فیکون کا عملی نمونہ ہی تو تھا۔

۳۔قرآنی حکم کُن فیکون اور آتشِ نمرود:

جب حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ نے کفار کے بت پاش پاش کردیئے اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا پرچار کیا تو ائمہ کفر اور نمرود نے ایک مہینہ کی مدت میں لکڑیاں اکٹھی کر کے بہت بڑی آگ کا انتظام کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدا کی وحدانیت کے پرچار اور بت پرستی سے منع کرنے پر آگ کے چلے میں ڈال دیا جس کی اونچائی اتنی تھی کہ آسمان دنیا پر کوئی پرندہ آگ کے اوپر اڑ نہ سکتا تھا اور حضرت ابراہیمؑ کی زبان پر یہ الفاظ تھے:

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ. (آل عمران،۳: ۱۷۳)

''ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیا اچھا کارساز ہے۔''

آتش نمرود خالق عظیم کے حکمِ کُن فیکون سے گلزار بن گئی۔ جبرائیل علیہ السلام نے آسمان سے باتیں کرتی آگ میں اپنے پَر بچھا دیئے اور حضرت ابراہیمؑ کو آتش نمرود سے محفوظ کرلیا۔جس حکمِ کُن فیکون سے آگ پھول بنی وہ قرآنی حکم تھا۔

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ.

''ہم نے فرمایا: اے آگ! تو ابراہیم پر ٹھنڈی اور سراپا سلامتی ہو جا۔'' (الانبیاء،۲۱: ۶۹)

اسی طرح جب رب تعالیٰ کے حضور حضرت ابراہیمؑ نے موت اور زندگی کا عین الیقین چاہا تو رب کائنات نے حضرت ابراہیم کو حکم دیا کہ آپ چار مختلف پرندے لو اور انہیں مانوس کرنے کے بعد ذبح کرکے ان کے ٹکڑے دور پہاڑوں پر پھینک دو اور پھر میرے اذن سے ان کو اپنی طرف بلاؤ اسی طرح ہوا حضرت ابراہیمؑ نے پرندوں کے کٹے ہوئے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو اذن اللہ سے اشارہ کیا تو وہ چاروں پرندے صحیح حالت میں حضرت ابراہیمؑ کے پاس حاضر ہوگئے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ. (البقرہ،۲: ۲۶۰)

''اور (وہ واقعہ بھی یاد کریں) جب ابراہیم (علیہ السلام) نے عرض کیا: میرے رب! مجھے دکھا دے کہ تُو مُردوں کو کس طرح زندہ فرماتا ہے؟ ارشاد ہوا: کیا تم یقین نہیں رکھتے؟ اس نے عرض کیا: کیوں نہیں (یقین رکھتا ہوں) لیکن (چاہتا ہوں کہ) میرے دل کو بھی خوب سکون نصیب ہو جائے، ارشاد فرمایا: سوتم چار پرندے پکڑ لو پھر انہیں اپنی طرف مانوس کر لو پھر (انہیں ذبح کر کے) ان کا ایک ایک ٹکڑا ایک ایک پہاڑ پر رکھ دو پھر انہیں بلاؤ وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آ جائیں گے، اور جان لو کہ یقیناً اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔''

بے شک یہ عمل حکمِ کُن فیکون ہی تھا لیکن یہ معجزہ

حضرت ابراہیم پر ظاہر ہوا۔

۴۔ قرآنی حکم کُن فیکون اور حضرت عیسیٰؑ:

قارئین محتشم! یاد کریں جب حضرت جبرائیل علیہ السلام ہوبہو آدمی کی صورت میں حضرت بی بی مریم سلام اللہ علیہا کے پاس حاضر ہوئے اور خاتون پاک دامن کو ایک بیٹے کی بشارت عطا فرمائی۔ جس کا تذکرہ خالق عظیم نے سورہ مریم آیت نمبر۱۶ تا ۲۶ میں کیا ہے۔ تاہم رب کائنات نے حکمِ کُن کے استدلال میں فرمایا ہے:

وَالَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ. (الانبیاء،۲۱: ۹۱)

’’اور اُس (پاکیزہ) خاتون (مریم علیہا السلام) کو بھی (یاد کریں) جس نے اپنی عفت کی حفاظت کی پھر ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور ہم نے اسے اور اس کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کو جہان والوں کے لیے (اپنی قدرت کی) نشانی بنا دیا۔‘‘

بے شک یہ امر بذاتِ خود کُن فیکون ہی تھا کہ رب تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بن باپ کے اپنی قدرت کاملہ کے مافوق الفطرت انداز میں تخلیق کیا۔ جیسا کہ اللہ نے سورہ آل عمران آیت نمبر۵۹ میں فرمادیا ہے کہ

عیسیٰ علیہ السلام کی شان کے نزدیک آدمؑ کی سی ہے مٹی سے بنایا کہا ہو جا تو ہوگیا اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مٹی کے پرندے بنا کر ان میں باذن اللہ روح پھونکنا بھی حکم کُن فیکون ہی ہے جس کے لیے قرآن ارشاد فرماتا ہے:

وَ رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًاۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ. (آل عمران،۳: ۴۹)

’’اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا (ان سے کہے گا) کہ بے شک میں تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے ایک نشانی لے کر آیا ہوں میں تمہارے لیے مٹی سے پرندے کی شکل جیسا (ایک پُتلا) بناتا ہوں پھر میں اس میں پھونک مارتا ہوں سو وہ اللہ کے حکم سے فوراً اڑنے والا پرندہ ہو جاتا ہے اور میں مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو شفایاب کرتا ہوں اور میں اللہ کے حکم سے مُردے کو زندہ کر دیتا ہوں۔‘‘

اِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ.

(آل عمران،۳: ۴۷)

’’جب کسی کام (کے کرنے) کا فیصلہ فرما لیتا ہے تو اس سے فقط اتنا فرماتا ہے کہ ’ہو جا‘ وہ ہو جاتا ہے۔‘‘

اسی طرح سورہ المائدہ آیت نمبر۱۱۰ بھی رب تعالیٰ کے حکمِ کُن فیکون کی ترجمان ہے اور حکمِ کُن فیکون کی بدولت آسمان پر اٹھا لیے گئے۔

۵۔ قرآنی حکم کُن فیکون اور حضرت یوسفؑ:

حضرت یوسف علیہ السلام کو جب ان کے بھائیوں نے اندھے کنوئیں میں ڈالا تو ان کے کنوئیں میں پہنچنے سے بھی پہلے حضرت جبرائیل امینؑ خدا کے حکم سے پہنچ گئے اور اپنے پروں پر اٹھالیا اور وحی نازل کی۔

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ یَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ. (یوسف،۱۲: ۱۵)

’’پھر جب وہ اسے لے گئے اور سب اس پر متفق ہوگئے کہ اسے تاریک کنویں کی گہرائی میں ڈال دیں تب ہم نے اس کی طرف وحی بھیجی۔‘‘

قارئین گرامی قدر! حفاظت یوسف علیہ السلام کرتا اور قافلے کے ذریعے کنوئیں میں سے نکال کر بالآخر نبوت اور بادشاہت سے نوازنا حکمِ کُن فیکون ہی تھا۔

۶۔ قرآنی حکم کُن فیکون اور حضرت یونسؑ:

حضرت یونس علیہ السلام کو جب مچھلی نے زندہ نگل لیا اور اپنے پیٹ میں ۴۰ دن محفوظ اور سلامت رکھنے کے بعد اُگل دینا بھی حکمِ کُن فیکون کا عملی مظاہرہ قدرت تھا۔ قرآن نے ارشاد فرمایا:

فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِیْمٌ. (الصافات،۳۷: ۱۴۲)

’’پھر مچھلی نے ان کو نگل لیا اور وہ (اپنے آپ

پر) نادم رہنے والے تھے۔‘‘

اور پھر جب حکمِ کُن کی کرشمہ سازی ہوئی تو خالقِ ارض و سماوات کے حکم سے جب مچھلی نے حضرت یونسؑ کو صحیح حالت میں زندہ و سلامت اُگل دیا تو قرآن مخاطب ہوا:

فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ.

’’پھر ہم نے انہیں (ساحلِ دریا پر) کھلے میدان میں ڈال دیا حالاں کہ وہ بیمار تھے۔‘‘ (الصافات،۳۷:۱۴۵)

۷۔قرآنی حکم کُن فیکون اور حضرت سلیمانؑ:

حضرت سلیمان علیہ السلام نے درباریوں کو حکم دیا کہ کون ہے؟ جو ملکہ سبا سے ملکہ سبا کا تخت میرے پاس حاضر کرے۔ جنات میں سے ایک قوی ھیکل جن نے عرض کیا میں آپ کے اٹھنے سے پہلے تخت آپ کے حضور حاضر کرسکتا ہوں لیکن کتاب اللہ کا علم رکھنے والے ایک شخص آصف برخیا نے کہا حضور! میں ان شاء اللہ فضل ربی سے آنکھ جھپکنے سے بھی پہلے تخت لاسکتا ہوں۔ پھر ایسا ہی ہوا چشمِ زدن میں خواہش سلیمانؑ پر تخت حاضر کردیا گیا۔ خدا کی قسم یہ حکمِ کُن فیکون تھا۔

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ. (النمل،۲۷:۴۰)

’’(پھر) ایک ایسے شخص نے عرض کیا جس کے پاس (آسمانی) کتاب کا کچھ علم تھا کہ میں اسے آپ کے پاس لا سکتا ہوں قبل اس کے کہ آپ کی نگاہ آپ کی طرف پلٹے (یعنی پلک جھپکنے سے بھی پہلے)، پھر جب (سلیمان ﷺ نے) اس (تخت) کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا (تو) کہا: یہ میرے رب کا فضل ہے۔‘‘

۸۔قرآنی حکم کُن فیکون اور واقعہ قوم ثمود حضرت صالحؑ:

جب قوم ثمود نے حکمِ الٰہی اور حضرت صالح علیہ السلام کے حکم کی نافرمانی کی اور اللہ کی خاص طریقہ پر تخلیق کردہ اونٹنی کی کونچیں کاٹ کر ذبح کر ڈالا تو حکمِ الٰہی سے قوم ثمود کو عذاب نے آلیا، قرآن مخاطب ہوا:

وَ اَخَذَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ. (ھود،۱۱:۶۷)

’’اور ظالم لوگوں کو ہولناک آواز نے آپکڑا سو انہوں نے صبح اس طرح کی کہ اپنے گھروں میں (مُردہ حالت میں) اوندھے پڑے رہ گئے۔‘‘

قارئین ذی وقار! یہ حکمِ کُن ہی تھا جس پر وہ انجام پذیر ہوئے کیونکہ قرآن نے فرمادیا ہے جو اٹل حقیقت ہے۔

هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ج فَاِذَا قَضٰۤی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ. (المومن،۴۰:۶۸)

’’وہی ہے جو زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے پھر جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو صرف اسے فرما دیتا ہے: ہو جا۔ پس وہ ہو جاتا ہے۔‘‘

۹۔قرآنی حکم کُن فیکون اور شکست جالوت:

فوج جالوت کا نیست و نابود اور جالوت کا حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہوجانا اور حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ نے اپنے فضل سے بڑی فتح و نصرت سے نوازا یقیناً امر ربی ہے اور خداوند عظیم کے حکمِ کُن فیکون کا عملی مظاہرہ تھا۔

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ قف وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ.

(البقرہ،۲:۲۵۱)

’’پھر انہوں نے ان (جالوتی فوجوں) کو اللہ کے امر سے شکست دی، اور داؤد (ﷺ) نے جالوت کو قتل کر دیا۔‘‘

۱۰۔قرآنی حکم کُن اور حضرت عزیرؑ کا معجزہ:

جب حضرت عزیرؑ ایک بستی پر سے گزرے جو اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی تو انہوں نے کہا اللہ اس کی موت کے بعد کیسے زندہ فرمائے گا۔ سو رب کائنات اپنی قدرت کا مشاہدہ کروانے کے لیے اسے سو برس تک مردہ رکھا اور پھر اسے ان کی سواری گدھے سمیت زندہ کیا اور نیست و نابود ہوا کھانا بھی اسی تازہ حالت میں کردیا تو حضرت عزیرؑ فوری کانپ اٹھے اور عرض کیا میں مشاہداتی یقین سے جان گیا ہوں کہ بے شک اللہ

ہر چیز پر کامل دسترس اور قدرت رکھتا ہے۔ بے شک یہ حضرت عزیرؑ اور گدھے کو سو برس بعد دوبارہ زندہ سلامت اٹھانا خالق عظیم کا حکمِ کُن فیکون ہی تھا۔

اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ.

''جب وہ کسی شے کو (پیدا فرمانا) چاہتا ہے تو اسے فرماتا ہے ہو جا، پس وہ فوراً (موجود یا ظاہر) ہو جاتی ہے (اور ہوتی چلی جاتی ہے)۔'' (یٰسین،۳۶: ۸۲)

۱۱۔حکمِ کُن فیکون اور واقعہ ذبح اسماعیلؑ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خالق کائنات کے حضور دعا مانگی کہ صالحین میں سے مجھے ایک (فرزند) عطا فرما اور رب عظیم نے اپنے خلیل اللہ کی دعا کو مستجابی بخشی اور ایک خوبصورت بردبار بیٹا (اسماعیلؑ) عطا کردیا۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام تھوڑا چلنے کے قابل ہوئے تو حضرت ابراہیمؑ نے اپنے فرزند ارجمند کو فرمایا: میرے بیٹے! میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کررہا ہوں۔تمہاری کیا رائے ہے نبی کا فرزند اور نبی تھا فوری عرض کیا: ابا جان! یہ کام فوری کر ڈالیں جس کا رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اللہ نے چاہا تو مجھے آپ صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔ بالآخر دونوں انبیاء حکم ربی کے آگے جھک گئے اور پھر حضرت ابراہیمؑ نے تعمیل حکم الٰہی میں اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو ذبح کرنے کے لیے پیشانی کے بل اوندھا لٹالیا اور چھری گردن اسماعیل پر پھیردی جبکہ آنکھوں پر پٹی بندھی تھی۔ پھر خالق عظیم نے بہت بڑی قربانی کے ساتھ اس کا فدیہ کردیا حتی کہ جبرائیل امین علیہ السلام کو حکم دیا کہ جنت سے مینڈھا لے آؤ حضرت جبرائیل علیہ السلام آناً فاناً مینڈھا لے آئے جب اللہ اکبر کے بعد حضرت ابراہیم نے آنکھوں سے پٹی کھولی تو اسماعیلؑ کی جگہ یہ مینڈھا ذبح ہوا پڑا تھا۔ قارئین گرامی قدر! کیا یہ حکمِ کُن فیکون نہ تھا یقیناً تھا۔

(الصافات،۳۷: ۱۰۰ تا ۱۰۷)

۱۲۔حکمِ کُن فیکون اور خزانہ قارون:

یہ بات درست ہے کہ بے شک قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے تھا اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ آپ کے عزہ میں سے تھا تاہم آئمہ کفر میں شمار تھا جس نے حضرت موسیٰؑ کی تعلیمات اور احکامات الٰہیہ کو بھی نہ مانا۔ اسے اللہ تعالیٰ نے بے شمار خزانے عطا کررکھے تھے۔ تاہم غرور کرنے والوں میں تھا اور خزانے کے بل بوتے پر اترانے لگا تھا وہ یہ بھول گیا تھا کہ اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ کثرتِ دولت کے باعث فساد فی الارض کا مرتکب ہوگیا تھا اور کہنے لگا میں نے یہ مال و دولت اپنی دانائی اور دانش سے حاصل کی ہے۔ بالآخر قدرت کاملہ جوش میں آگئی۔ خدا کی زمین پر اترانے والے فاش متکبر اور گناہ کی دلدل میں اترے ہوئے قارون کو اللہ نے عبرت ناک انجام سے دوچار کردیا۔ رب کائنات اور مالک یوم الدین نے خزانے سمیت چشم زدن میں زمین میں غرق کردیا۔

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ. (القصص،۲۸: ۸۱)

''پھر ہم نے اس (قارون) کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔''

۱۳۔حکمِ کُن اور ہاتھی والے ابراہہ کا انجام:

ائمہ کفر میں سے طاقت کے نشہ میں بدمست ابراہہ جو کہ ائمہ کفر میں سے ایک بدبخت تھا۔ اس نے ہاتھیوں کے ساتھ خانہ کعبہ پر چڑھائی کردی اور مظلوم مسلمانوں پر حملہ آور ہوگیا۔ رب ذوالجلال کی ہیبت خدائی جوش میں آگئی اور اس نے ننھے پرندے ابابیل کے جھنڈ کے جھنڈ ہر سمت سے نازل فرمائے جو ہاتھیوں اور ہاتھی والوں پر کنکریلے پتھر پھینکتے تھے۔ اللہ نے اپنی قدرت کاملہ کے باعث اس بدمست ابراہہ کو انجام بد تک پہنچایا۔ ہاتھیوں سمیت کھائے ہوئے بھوسے کی مانند کردیا۔ قارئین گرامی قدر! بے شک یہ خانہ کعبہ کی بے حرمتی اور مظلوم مسلمانوں کو قلع قمع کرنے پر عبرت ناک انجام سے دوچار کرنا اور حکمِ کُن فیکون کا عملی مظاہرہ تھا۔

☆☆☆☆☆

نہ تخت و تاج میں نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

قدوۃ الاولیاء سیدنا طاہر علاؤ الدین الگیلانی القادری البغدادیؒ

آپؒ شریعت کے پابند، عارف باللہ اور فنا فی الرسول تھے

تحریم رفعت

اللہ رب العزت نے کائنات ہست و بود میں انسان کو جمیع مخلوقات میں سب سے اشرف و افضل پیدا فرمایا ہے۔ انسان کو سوچنے، سمجھنے، کلام کرنے اور عمل کرنے کی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ انسان کی رشد و ہدایت اور اسے خالق کائنات کی پہچان و معرفت کے لئے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھیجا اور انہیں مختلف آسمانی صحائف اور معجزات بھی عطا کیں۔ اس سلسلہ نبوت و رسالت کی آخری کڑی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور تاقیامت آپ کی ہی نبوت و رسالت کا سکہ چلے گا جبکہ قیامت تک انسانیت کی رشد و ہدایت کے لئے قرآن مجید اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی رہبر و رہنما ہیں۔ سلسلہ نبوت و رسالت کی تکمیل کے بعد دنیا میں جتنے بھی لوگ اسلامی تعلیمات سے بہرور ہوکر بھولی بھٹکی انسانیت کی رشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام دیں گے ان کی تعلیمات کا مرکز و محور اور بنیادی مآخذ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہوگا۔ کوئی بھی انسان چاہے ولایت کے جتنے بھی بلند مقام پر رسائی حاصل کر لے اگر وہ شریعت کی پیروی نہیں کرے گا تو یقیناً خود بھی گمراہ ہوگا اور دوسروں کی گمراہی کا بھی باعث بنے گا۔

قرآن مجید کی آیات بنیات اپنے انداز تکلم اور اسلوب بیان میں اپنے اندر جامعیت، موعظت اور حکمت و دانائی کے انمول گوہر لئے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنی آیات کا براہِ راست مخاطب کبھی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ ہوتی ہے تو کبھی آپ کی وساطت سے جمیع امت کو حکم دینا منشا و مقصود باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا فرمان عالی شان ہے:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا۝ (الکھف،۱۸:۲)

(اے میرے بندے!) تو اپنے آپ کو ان لوگوں کی سنگت میں جمائے رکھا کر جو صبح و شام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اس کی رضا کے طلب گار رہتے ہیں (اس کی دید کے متمنی اور اس کا مکھڑا تکنے کے آرزومند ہیں) تیری (محبت اور توجہ کی) نگاہیں ان سے نہ ہٹیں، کیا تو (ان فقیروں سے دھیان ہٹا کر) دنیوی زندگی کی آرائش چاہتا ہے، اور تو اس شخص کی اطاعت (بھی) نہ کر جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کردیا ہے اور وہ اپنی ہوائے نفس کی پیروی کرتا ہے اور اس کا حال حد سے گزر گیا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسط سے جمیع امت کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ ان لوگوں کی صحبت و سنگت خوش دلی، خوش

اسلوبی اور دل جمعی سے اختیار کریں جو صبح و شام اللہ رب العزت کے ذکر سے سرشار رہتے ہیں۔ ان کی عبادت و ریاضیت، دنیاوی یا اُخروی شہرت و منصب کے لئے نہیں، لوگوں کی نظروں میں پاکباز نظر آنے کی نہیں، جنت میں بلند مقامات کا حصول نہیں بلکہ ان کا مقصد و منتہیٰ خالصتاً اللہ رب العزت کی رضا اور خوشنودی ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ رب العزت نے اپنا دوست کہا ہے، پس ایسے لوگوں کی صحبت و معیت اختیار کرنا قرآن مجید سے ثابت ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے یہی قرآنی نکتہ اپنے اِس خوبصورت شعر میں یوں بیان کیا ہے:

ہر کہ خواہی ہم نشینی با خدا　　اُونشیند صحبت با اولیاء

ترجمہ: جو کوئی اللہ تعالیٰ کی قربت چاہتا ہے اُسے چاہئے کہ وہ اللہ والوں کی صحبت اختیار کرے۔

اسی قرآنی فلسفہ کی معرفت اور عملی نظیر کے لئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بذات خود اصحاب صفہ کی جماعت تشکیل دی، ان کی تربیت خاص اسی نہج پہ کی اور امت مسلمہ کے لئے نمونہ حیات بنا کر دکھا دیا کہ قرآنی آیات کا مصداق یہ وہ خاص طبقہ ہے جو ہر چیز سے بے نیاز ہو کر فقط اللہ رب العزت کے ذکر و فکر میں مگن ہے اور اپنے نفس کے خلاف جہاد کرنے والے صوفی و درویش صفت انسانوں کی عملی شکل وصورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ سے فیضیاب ہوتے ہوئے، آپ کے نقوش سیرت کو تلاش کرتے ہوئے اصحابہ صفہ کی طرز پر خالصتاً اللہ رب العزت کی رضا پانے اور رب کے بندوں کو اپنے حقیقی مولیٰ کی طرف متوجہ کرنے کے لئے امت محمدیہ میں مختلف ادوار میں اولیاء کرام نے خدمات سرانجام دی ہیں اور تاقیامت یہ سلسلہ ہدایت جاری و ساری رہے گا۔

سلسلہ ولایت و طریقت کی یہ کڑی اعلان غدیر خم پہ مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے شروع ہوتی ہے اور براہ راست تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جڑتی ہے جبکہ امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے یہ سلسلہ

دنیوی مال و دولت، جاہ و حشمت، مقام و منصب کا آپ کے ہاں دور سے بھی گزر نہ تھا۔ آپ نے کبھی کسی سے کچھ طلب نہ کیا بلکہ آپ تو خود فیاض تھے۔ ایک بار کوئٹہ میں قیام کے دوران ایوب خان نے اپنا خصوصی ایلچی آپ کی خدمت میں بھیجا کہ آپ پاکستان تشریف لائے ہیں ہمارے مہمان ہیں، حکم کریں آپ کے لئے حاضر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم اللہ کا فقیر ہے، اللہ تعالیٰ کا خیرات بہت ہے۔ جب وہ ختم ہو جائے گا تو آپ سے مانگ لے گا

فیض و نسبت امت کی طرف چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہ دوست اور ولی اپنے مقام و مراتب اور منزلت کے اعتبار سے ہر زمانہ میں موجود رہے ہیں۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری بیان کرتے ہیں کہ کائنات نبوت میں اللہ تعالیٰ کی مثل اعلیٰ حضور نبی اکرم ﷺ اور کائنات ولایت میں حضور ﷺ کی مثل اعلیٰ حضور غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؓ ہیں، جبکہ اس دور میں پورے زمانے میں حضور غوث پاک کی مثل اعلیٰ قدوۃ الاولیاء سیدنا طاہر علاؤ الدین القادری الگیلانی البغدادی رضی اللہ عنہ ہیں۔

سید السادات، شیخ المشائخ قدوۃ الاولیاء سیدنا طاہر علاؤ الدین القادری الگیلانی 11 جولائی 1933ء بمطابق 18 ربیع الاول 1352ھ کو عراق کے دارالحکومت اور فیوضات و تجلیات غوث صمدانی کے مرکز بغداد میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت جس گھر میں ہوئی وہ حرم دیوان خانہ قادریہ سے موسوم ہے۔ آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب 16

قدوۃ الاولیاء سیدنا طاہر علاؤ الدین القادری الگیلانی نے ساری زندگی سلسلہ قادریہ کی سرپرستی فرمائی۔ آپ تحریک منہاج القرآن کے روحانی سرپرست اور سنگ بنیاد رکھنے والے ہیں۔ آپ نے تحریک منہاج القرآن کو عالم اسلام میں احیائے اسلام، خدمت دین اور امن و سلامتی کی نوید قرار دیا ہے۔ آپ تحریک منہاج القرآن کے ہر کارکن سے خصوصی پیار اور شفقت پدری فرماتے تھے

واسطوں سے سیدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی سے اور 28 واسطوں سے حضور نبی اکرمﷺ سے جا ملتا ہے۔

آپ نے ابتدائی دینی تعلیم مدرسہ غوثیہ اور مسجد سلطان میں حاصل کی جس میں تفسیر، حدیث اور فقہ کے مضامین شامل تھے، جبکہ روحانی تعلیم و تربیت اور اکتساب فیض اپنے جد امجد مرکز فیضان و ولایت سیدنا محمود حسام الدین القادری الگیلانیؒ سے کیا اور انہی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ علاوہ ازیں بغداد شریف کے دیگر جید مشائخ سے بھی اکتساب فیض کیا۔ آپ کے والد گرامی نے آپ کی خصوصی تعلیم و تربیت کی اور خرقہ خلافت عطا کیا۔

برصغیر میں مسلمانان پاک و ہند کی روحانی تعلیم و تربیت، اخلاق و تصوف اور زُہد و وراء کی منازل طے کروانے کے لئے غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی ایما پر قدوۃ الاولیاء پاکستان میں آفتاب ولایت سراج الاولیاء سید علی بن عثمان المعروف داتا علی ہجویری رضی اللہ عنہ کے مزار پرانوار پر ٹھیک اسی جگہ چلہ کش ہوئے جہاں پر خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ چلہ کش ہوئے تھے۔ احاطہ مزار پہ چند روز بعد آپ کو اذن ملا کہ کوئٹہ (بلوچستان) کو اپنا روحانی مسکن بناتے ہوئے تبلیغ و اشاعت دین کا فریضہ سرانجام دیں۔ روز بروز آپ کے حلقہ ارادت میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور ایک زمانہ آپ کے روحانی فیض سے سیراب ہوتے ہوئے دین متین کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے لگے۔

اگر آپ کے سوانح مبارک کا ذکر کریں تو یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ آپ نہایت خوش مزاج، خوش طبع، خوش اخلاق اور پیکر شفقت و محبت تھے۔ آپ کے چہرہ انور پہ ہمیشہ تبسم رہتا اور آپ کے ہونٹوں پہ آنے والی مسکراہٹ جمال آفریں کیفیت کی آئینہ دار تھی۔ آپ کی پوری زندگی حسن خلق اور خدمت انسانیت پر مشتمل ہے۔ آپ نے تصوف و روحانیت کے باب میں گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں۔

آپ شریعت کے پابند، صوفی منش، عارف باللہ اور فنا فی الرسول تھے۔ آپ سے کبھی کوئی خلاف شریعت عمل سرزد نہ ہوا۔ آپ کا طرز حیات ایسا تھا کہ سنت نبویﷺ اور سنت غوثیہ کی پیروی میں مجالس کے دوران زیادہ دیر خاموش ہی رہتے اور کم کلام کرتے جبکہ دیگر کا کلام زیادہ سماعت کرتے تھے۔ آپ ہمیشہ سامعین کے حسب حال، حسب طبع و مزاج، حسب ضرورت اور علمی استعداد کے مطابق کلام فرماتے۔ مگر جس موضوع پر بھی کلام فرماتے کوئی پہلو تشنہ نہ چھوڑتے۔ آپ مختصر مگر نہایت جامع الکلام شخصیت کے حامل تھے۔ آپ نے سرکاری و غیر سرکاری طور پر ملکی و بین الاقوامی بیشمار سیمینارز، کانفرنس اور مجالس کی صدارت فرمائی۔ صداقت، حلم اور بردباری آپ کی فطرت ثانیہ تھی۔ آپ نہایت صاف گو تھے کبھی ذومعنی کلام نہ فرماتے تھے۔ آپ صداقت اور راست بازی کا پیکر تھے اور جھوٹ اور غلط بیانی کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔ ایفائے عہد اور پابندی وقت کا خاص خیال فرماتے تھے۔ آپ نے زندگی میں کبھی وعدہ خلافی نہیں فرمائی۔ اپنے خانوادے کی طرز پر آپ بھی نہایت مہمان نواز، سخی اور فیاض تھے۔ کبھی کسی سائل کو خالی ہاتھ نہ بھیجتے، کبھی کسی مہمان کو خالی پیٹ نہ جانے دیتے اور سائلین کو نوازنے میں نہایت سخاوت کا مظاہرہ فرماتے تھے۔ آپ ہمیشہ وسیع القلبی کا مظاہرہ فرماتے، آپ کی سوچ و فکر، حکمت و تدبر، فہم و فراست اور بصیرت درجہ

آپ کے مرید صادق، مرید بامراد شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری آپ کی ایک کرامت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ آپ کے دورہ لندن کے دوران کسی شخص نے آپ سے یہ کہہ کر کھانے کے بل کی ادائیگی کرنا چاہی کہ آپ حالت سفر میں ہیں اور سفر کے دوران کرنسی محدود ہوتی ہے۔ یہ سن کر آپ نے اپنی عبا میں ہاتھ ڈالا اور بارہ سے چودہ ملکوں کی مختلف کرنسیوں کے انبار لگا دیئے

کمال پر تھی۔

دنیوی مال و دولت، جاہ وحشمت، مقام و منصب کا آپ کے ہاں دور سے بھی گزر نہ تھا۔ آپ نے کبھی کسی سے کچھ طلب نہ کیا بلکہ آپ تو خود فیاض تھے۔ ایک بار کوئٹہ میں قیام کے دوران ایوب خان نے اپنا خصوصی ایلچی آپ کی خدمت میں بھیجا کہ آپ پاکستان تشریف لائے ہیں ہمارے مہمان ہیں، حکم کریں آپ کے لئے حاضر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم اللہ کا فقیر ہے، اللہ تعالیٰ کا خیرات بہت ہے۔ جب وہ ختم ہو جائے گا تو آپ سے مانگ لے گا۔

آپ کے مرید صادق، مرید بامراد شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری آپ کی ایک کرامت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ آپ کے دورہ لندن کے دوران کسی شخص نے آپ سے یہ کہہ کر کھانے کے بل کی ادائیگی کرنا چاہی کہ آپ حالت سفر میں ہیں اور سفر کے دوران کرنسی محدود ہوتی ہے۔ یہ سن کر آپ نے اپنی عبا میں ہاتھ ڈالا اور بارہ سے چودہ ملکوں کی مختلف کرنسیوں کے انبار لگا دیئے۔

جو لوگ بھی آپ کے حلقہ ارادت میں آنے کی خواہش کرتے اور آپ سے اکتساب فیض کے لئے آپ کے دست حق پر بیعت ہوتے تو آپ بیعت فرمانے کے بعد خصوصی اوراد و وظائف عطا کرتے اور ساتھ ہی فرماتے کہ اب تم غوث الاعظمؒ کا مرید ہو گیا ہے۔ یہ جملہ از خود اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کا اپنے روحانی پیشوا حضور غوث الاعظمؒ کے ساتھ نسبت و قربت کا کتنا گہرا اور مضبوط تعلق تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر محافل و مجالس میں منقبت حضور غوث الاعظمؒ سننے پر جذب وشوق کی کیفیت میں آپ المدد یا غوث الاعظمؒ دستگیر کا ورد فرمایا کرتے تھے۔

قدوۃ الاولیاء سیدنا طاہرعلاؤ الدین القادری الگیلانی نے ساری زندگی سلسلہ قادریہ کی سرپرستی فرمائی۔ آپ تحریک منہاج القرآن کے روحانی سرپرست اور سنگ بنیاد رکھنے والے ہیں۔ آپ نے تحریک منہاج القرآن کو عالم اسلام میں احیائے اسلام، خدمت دین اور امن و سلامتی کی نوید قرار دیا ہے۔ آپ تحریک منہاج القرآن کے ہر کارکن سے خصوصی پیار اور شفقت پدری فرماتے تھے۔ آپ نے تحریک منہاج القرآن کی مخالفت کرنے والوں کو سخت تنبیہ فرمائی ہے کہ وہ خود کو اس کام سے باز رکھیں۔ آپ کے مریدین کا حلقہ شرق سے غرب تک پھیلا ہوا ہے۔ دنیا کے بیشتر ممالک میں آپ کے مریدین، محبین اور ارادتمند کثیر تعداد میں موجود ہیں۔

آپ نے داعی اجل کے پیغام پر لبیک کہتے ہوئے 7 جون 1991ء کو جرمنی میں وصال فرمایا۔ آپ کا مزار پرانوار منہاج یونیورسٹی لاہور اور جامع المنہاج کے قریب بغداد ٹاؤن ٹاؤن شپ لاہور میں واقع ہے۔ آپ نے جو علم و معرفت اور فیضان ولایت کی جو مشعلیں روشن کی ہیں ان کی ضوفشانیاں تا قیامت عالم اسلام کو روشن و منور کرتی رہیں گی۔ آپ نے سلسلہ قادریہ میں جو عظیم الشان، فقید المثال اور گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں ان کے نقوش جریدہ عالم سے کبھی محو نہیں ہو سکتے۔ آپ کے حسن اخلاق اور اوصاف حسنہ کے جوہر ابدالآباد تک رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہیں۔

☆☆☆☆☆

طریق اہلِ دُنیا ہے گِلہ شکوہ زمانے کا۔۔۔نہیں ہے زخم کھا کر آہ کرنا شانِ درویشی

صبر و تحمل اور برداشت

مصائب و آلام پر شکایات ترک کر دینے کا نام صبر ہے

مریم اقبال

مصائب و آلام اور پریشانیوں پر شکوہ و شکایات کو ترک کر دینا صبر کہلاتا ہے۔ کامیابی کے بے شمار تقاضے ہیں لیکن صبر وتحمل اور برداشت کامیاب اور پروقار زندگی کیلئے نہایت ضروری ہے۔ صبر کے لغوی معنیٰ ہیں روکنا، برداشت کرنا، ثابت قدم رہنا یا باندھ دینا۔ صبر ایسی عظیم نعمت خداوندی ہے جو اہل قدر کو نصیب ہوتی ہے۔ مقاماتِ دین میں صبر کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔ صبر وتحمل اور برداشت و رواداری اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندوں کی منازل میں سے ایک منزل اور اولوالعزم کی خصلت ہے۔ صبر اخلاق فاضلہ میں سے ہے۔ وہ شخص خوش نصیب ہے جس نے تقویٰ کے ذریعے ہوائے نفس پر اور صبر کے ذریعے شہواتِ نفس پر قابو پا لیا اور نیک عمل کرتے رہے ایسے لوگوں کیلئے مغفرت کی بشارت ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ.

سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے صبر کیا اور نیک عمل کرتے رہے، (تو) ایسے لوگوں کے لئے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔

صابر کی اقسام سے متعلق حضرت ابن سالم رحمۃ اللہ علیہ سے صبر کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: صابر تین طرح کے ہوتے ہیں متصبر، صابر اور صبار۔ متصبر وہ ہوتا ہے جو اللہ کے بارے میں صبر کرتا ہے یہ کبھی تو صبر کر لیتا ہے اور کبھی نہیں کرسکتا، اس کا صبر تو ویسے ہی ہوتا ہے جیسے حضرت قتاد رحمۃ اللہ علیہ سے صبر کے بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے بتایا: اللہ کی روکی ہوئی چیزوں سے ہر صورت منہ موڑ لینا اور جن کا اس نے حکم دیا ہے ان پر ہمیشہ عمل کرنا۔ صابر وہ ہوتا ہے جو اللہ کے بارے میں اور اللہ کے لیے صبر کرے مگر بے چینی نہ دکھائے۔ صبار وہ بندہ ہوتا ہے جو بہت زیادہ صبر کرنے والا ہو۔

صبر دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو ایسے معاملات میں صبر کرنا جس کا بندے کے پاس اختیار نہیں ہوتا اور وہ اس سے متعلق کچھ نہیں کر سکتا ہوتا ایسے حالات و معاملات کو صبر سے برداشت کرنا اور دوسرا ایسے کاموں اور معاملات میں صبر کرنا جو کہ انسان کے بس میں ہوتا ہے لیکن اس کو رضائے الٰہی کیلئے چھوڑ دینا صبر ہے۔ صبر میں اگر خلوص موجود ہو تو انسان کی روح کو شفافیت نصیب ہوتی ہے۔

> امام قشیریؒ بیان کرتے ہیں کہ جس طرح انسان عافیت کے ہوتے ہوئے اپنی حالت پر ثابت قدم رہتا ہے، اسی طرح اچھے آداب کے ساتھ مصیبت پر ثابت قدم رہنا صبر کہلاتا ہے

صبر کی اہمیت و افادیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے صاحب اجر کا اپنے ہاں بے حساب اجر وثواب رکھا ہے۔ دور حاضر میں انسان دین دوری کے باعث رب تعالی کی حضوری اور ایمان بالغیب سے متعلق بے یقینی کا شکار ہے۔ انسان اپنا سب کچھ اسی دنیا میں ہی پورا کرنا چاہتا ہے۔ اگر ہم اللہ رب العزت کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اپنے معاملات میں صبر وتحمل اور برداشت سے کام لیں تو ہمارے زیادہ تر مسائل خود بخود ہی حل ہو جائیں گے۔ کیونکہ معاشرے میں انسان کسی بھی مقام پر کام کر رہا ہو یا اس کی کوئی بھی حیثیت ہو جب کوئی کام انسان کے خلاف منشاء ہو جاتا تو انسان غصے میں آجاتا ہے اور بعض اوقات برداشت نہ ہونے کی بناء پر انسان سے ایسی حرکات سرزرد ہو جای ہیں جو کہ اس کی شخصیت کو داغ دار بنا دیتی ہیں۔ جس طرح خوشیاں اور آسانیاں اللہ رب العزت کی طرف سے ہوتی ہیں اسی طرح آزمائش اور مشکلات بھی اسی بارگاہ کی طرف سے ہی ہوتی ہیں۔ مشکلات انسانی زندگی کا ایک اہم حصہ ہیں ہر شخص کو اپنی زندگی کے کسی نہ کسی فیز میں مشکلات اور آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن کامیاب شخص وہی ہے جو مشکلات میں صبروتحمل کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اور کامیاب بھی وہی شخص ہے جو حالات کا صبر وتحمل سے سامنا کرتا ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ
وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ o
الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ o
(البقرۃ، 2 / 155-156)

اور ہم ضرور بالضرور تمہیں آزمائیں گے کچھ خوف اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے، اور (اے حبیب!) آپ (ان) صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیں۔ جن پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو کہتے ہیں: بے شک ہم بھی اللہ ہی کا (مال) ہیں اور ہم بھی اسی کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے اپنی بہترین زندگی صبر کے ساتھ پائی ہے۔ صبر کی انسانی زندگی اور ایمان میں بہت اہم حیثیت ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صبر کا ایمان میں وہی مقام ہے جو سر کا بدن میں ہے۔ اسی طرح صبر کی افادیت بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صبر ایسی سواری ہے جو کبھی ٹھوکر نہیں کھاتی

صبر کی اہمیت و افادیت پر اس قدر زور دیا گیا ہے کہ قرآن پاک میں اس کا ذکر 70 بار آیا ہے۔ صبر ہمیں بہت سے مہلک امراض سے بچاتا ہے۔ صبر وتحمل اور برداشت کی کمی کی وجہ سے ہمیں بہت سی بیماریوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہم فرسٹریشن، ڈیپریشن یا ٹینشن جیسی مہلک امراض عموماً عدم برداشت کی وجہ سے ہی ہوتی ہیں۔

صبر اور برداشت کا اس کائنات کے نظام سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ کائنات کے ہر کام میں صبر کی آمیزش ہے۔ مثلاً چاند، ستارے اور سیارے سب اپنے مدار میں ہی گردش کر رہے ہیں رات کے بعد دن آتا ہے اور دن کے بعد رات۔ سب اپنے اپنے مدار میں گردش کر رہے ہیں اور صبر سے اپنے وقت کا انتظار کر رہے ہیں کسی کی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ کسی اور کا وقت آلے۔ ایک بیج ایک ہی لمحے میں درخت نہیں بن جاتا اسے انتظار کرنا پڑتا بیج سے پودا اور پھر اس سے پھلدار درخت بننے تک کا صبر سے انتظار کرنا پڑتا ہے۔ کائنات کے نظام میں ہر عمل میں صبر کی آمیزش ہمیں ربط بھی سکھاتی ہے۔ کسی بھی منزل کو پانے کیلئے ہر انسان کو حالات و واقعات کی سیڑھی سے

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ سے صبر کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ صبر پر گفتگو فرمانے لگے۔ اسی دوران ایک بچھو ان کی ٹانگ پر چڑھ گیا اور کئی ایک ڈنگ مارے مگر آپ نے قطعاً حرکت نہ کی۔ آپ سے کسی نے کہا کہ آپ نے اسے ہٹا کیوں نہیں دیا؟ فرمایا: مجھے اللہ سے شرم آ گئی کہ میں صبر کے متعلق گفتگو تو کروں مگر خود صبر نہ کروں

گزرنا پڑتا ہے۔ اگر انسان صبر نہیں کرتا تو وہ مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے۔ صبر کرنا نہایت مشکل عمل بھی ہے کیونکہ اس میں مشقت و کرواہٹ پائی جاتی ہے۔ مشقت و کرواہٹ صبر کے راستے میں ایک بہت بڑی تلخی ہے جس کو برداشت کرنے کیلئے صبر کرنا پڑتا ہے جسے مصابرہ کہتے ہیں۔ جب بندہ مصابرہ کے درجے پر پہنچے تب ہی صبر کی لذت پہنچتی ہے۔ اور یہ لذت اہل نصیب کو ہی پہنچتی ہے۔ اور اہل نصیب اور اہل قدر لوگ کو ہی اللہ تعالیٰ اپنی آزمائشوں میں ڈالتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی مثال حضرت ایوبؑ کا صبر اور حضرت ابراہیمؑ کی آزمائش اور ان کا صبر ہے۔ حدیث پاک میں ہے: حضرت سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ سخت آزمائش کس کی ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: انبیاء کرام علیہم السلام کی، پھر درجہ بدرجہ مقربین کی۔ آدمی کی آزمائش اس کے دینی مقام کے مطابق ہوتی ہے۔ اگر دین میں مضبوط ہو تو سخت آزمائش ہوتی ہے۔ اگر دین میں کمزور ہو تو حسبِ دین آزمائش کی جاتی ہے۔ بندے کے ساتھ یہ آزمائشیں ہمیشہ رہتی ہیں حتیٰ کہ (مصائب پر صبر کی وجہ سے) وہ زمین پر اس طرح چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ اس حدیث کو امام ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور امام بخاری نے ترجمۃ الباب میں مختصرًا روایت کیا ہے۔ امام ابو عیسیٰ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ اور امام احمد کی ایک روایت میں ہے: لوگوں میں سب سے زیادہ سخت آزمائے جانے والے انبیاء کرام علیہم السلام ہوتے ہیں پھر جو ان سے قریب ہوتے ہیں پھر جو ان سے قریب ہوتے ہیں پھر جو ان سے قریب ہوتے ہیں۔ امام حاکم کی ایک روایت میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے (درج بالا سوال کے جواب میں) فرمایا: انبیاء کرام علیہم السلام، پوچھا گیا ان کے بعد، تو آپ نے فرمایا: علماء، عرض کیا گیا کہ پھر کون تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: صالحین۔

صبر ہزار عبادتوں کی ایک عبادت ہے۔ صبر سے انسان کو روحانی ترقی نصیب ہوتی ہے۔ صبر ایک ایسا راستہ ہے جو انسان کو منزل کے قریب کر دیتا ہے حدیث پاک میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: صبر نصف ایمان ہے۔ اس حدیث کو امام بیہقی اور قضاعی نے روایت کیا ہے۔

صحابہ کرام اور اور سلف صالحین نے بھی صبر کی اہمیت پر زور دیا ہے اور ان سب کی زندگیاں تو صبر و برداشت اور رواداری کا مرقع تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے اپنی بہترین زندگی صبر کے ساتھ پائی ہے۔ صبر کی انسانی زندگی اور ایمان میں بہت اہم حیثیت ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صبر کا ایمان میں وہی مقام ہے جو سر کا بدن میں ہے۔ اسی طرح صبر کی افادیت بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صبر ایسی سواری ہے جو کبھی ٹھوکر نہیں کھاتی۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ سے صبر کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ صبر پر گفتگو فرمانے لگے۔ اسی دوران ایک بچھو ان کی ٹانگ پر چڑھ گیا اور کئی ایک ڈنگ مارے مگر آپ نے قطعاً حرکت نہ کی۔ آپ سے کسی نے کہا کہ آپ نے اسے ہٹا کیوں نہیں دیا؟ فرمایا: مجھے اللہ سے شرم آ گئی کہ میں صبر کے متعلق گفتگو تو کروں مگر خود صبر نہ کروں۔

اسی طرح دیگر آئمہ کرام نے بھی صبر کی بہت زیادہ اہمیت و افادیت بیان کی ہے۔

صبر کی اہمیت و افادیت پر اس قدر زور دیا گیا ہے کہ قرآن پاک میں اس کا ذکر 70 بار آیا ہے۔ صبر ہمیں بہت سے مہلک امراض سے بچاتا ہے۔ صبر و تحمل اور برداشت کی کمی کی وجہ سے ہمیں بہت سی بیماریوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہم فرسٹریشن، ڈپریشن یا ٹینشن جیسی مہلک امراض عموماً عدم برداشت کی وجہ سے ہی ہوتی ہیں

حضرت حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہر شے کا جوہر ہوتا ہے۔ انسان کا جوہر عقل ہے اور عقل کا جوہر صبر ہے۔

حضرت خواص رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کتاب و سنت کے احکام پر ثابت قدم رہنا صبر ہے۔

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جس طرح انسان عافیت کے ہوتے ہوئے اپنی حالت پر ثابت قدم رہتا ہے، اسی طرح اچھے آداب کے ساتھ مصیبت پر ثابت قدم رہنا صبر کہلاتا ہے۔

حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: صبر اور رضا دو صورتیں ہیں۔ جب تو عمل کرنا شروع کرے تو اس کا آغاز صبر ہے اور اس کا انجام رضا ہے۔

حضرت ابو علی الدقاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: صابرین دونوں جہانوں کی عزت کے ساتھ کامیاب ہوئے، کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل کی۔ پس اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

حضرت ذو النون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ کے احکام کی مخالفت سے دور رہنے، مصائب کے گھونٹ پینے پر سکون و اطمینان، اور زندگی کے میدان میں محتاجی کے باوجود اپنے آپ کو مالدار ظاہر کرنے کا نام صبر ہے۔

حضرت عمرو بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے احکام پر ثابت قدم رہنا اور اس کی آزمائش کو خندہ پیشانی اور سکون کے ساتھ قبول کرنا صبر ہے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بلاؤں کے نزول سے صبر کی حقیقتیں سامنے آتی ہیں اور تقدیر کے ظاہر ہونے سے رضا کی حقیقتیں سامنے آتی ہیں۔

حضرت خیر النساج رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: صبر مردوں کے اخلاق میں سے ہے اور رضا کریم لوگوں کے اخلاق میں سے ہے۔

حضرت ابو حامد بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس نے صبر پر صبر کیا وہی صابر ہے نہ کہ وہ جس نے صبر کیا اور شکوہ کیا۔

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ مصائب پر صبر کرے کیونکہ اس محبت سے محبّ کو ایسی لذت حاصل ہوتی ہے کہ وہ مصائب کو بھلا دیتی ہے اور ان مصائب سے دوسروں کو جو تکلیف پہنچتی ہے وہ اسے نہیں پہنچتی۔

حضرت عمرو بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے احکام پر ثابت قدم رہنا اور اس کی آزمائش کو خندہ پیشانی اور سکون کے ساتھ قبول کرنا صبر ہے

صبر و تحمل اور براشت حضور نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کی نوید بھی ہے۔ ابو یحییٰ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انصار میں سے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم! جس طرح آپ نے فلاں فلاں کو عامل بنایا ہے کیا اسی طرح آپ مجھے بھی عامل نہیں بنائیں گے؟ تو آپ نے فرمایا: تم میرے بعد ترجیحات دیکھو گے (یعنی حق دار کو حق سے محروم کیا جائے گا) پس ایسے میں تم صبر کرو حتی کہ حوض (کوثر) پر تم مجھ سے ملو۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

☆☆☆☆☆

حضرت غوث الاعظمؒ کا علمی مقام و مرتبہ

آپؒ کی مجلس میں ہزار ہا فرزندانِ توحید، عشاقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شریک ہوتے

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اذنِ وعظ و تلقین کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے

سمیہ اسلام

ربیع الثانی، پیران پیر، غوث الثقلین، امام الطرفین، امام التقیٰ، تاج الاسفیاء، شہباز لامکانی، رہبر شریعت و طریقت، ناصر سنت، رہبرِ عابدین، قطب الأقطاب، غوث سمدانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مہینہ ہے۔ حضور غوث اعظم کی شخصیت مبارکہ ہمہ جہتی اوصاف کی حامل ہے۔ ان جہات میں سے کرامات صرف ایک جہت ہے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم حضور غوث پاک کی تعلیمات کی طرف بھی متوجہ ہوں۔

ولادت باسعادت:

آپ کی پیدائش یکم رمضان 470ھ بمطابق 17 مارچ 1078 عیسوی میں ایران میں شمال فارس بحیرہ خزر شہر گیلان میں ہوئی جس کو کیلان بھی کہا جاتا ہے اسی لئے آپ کو شیخ عبدالقادر کیلانی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ وہ صدی ہے جس میں کئی جہات سے عالم اسلام پر حملے ہوئے اور مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہائی گئیں لیکن ہمارے لئے رسالت مآب ﷺ کی زبان اقدس سے نکلی ہوئی بات سب سے بڑھ کر اہمیت رکھتی ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے:

حضور ﷺ نے فرمایا پانچویں صدی ہجری کے قریب میری امت پر آفت کے پہاڑ توڑے جائیں گے جو کوئی اس سے بچ نکلے گا تو اسے استقامت نصیب ہوجائے گی۔

حضور ﷺ کے اس فرمان کی روشنی میں ان سیاہ گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ایک ایسے روشن مہتاب کی ضرورت تھی جس کی ضیاء پاشیوں کا فیض دائمی ہو لہٰذا اس دائمی فیض کا مہتاب سرزمین جیلاں سے طلوع ہوا جسے ساری دنیا غوث الا عظم شیخ عبدالقادر الگیلانی کے نام پہچانتی ہے۔

خطابات کا آغاز:

حضور غوث پاک کو آقا ﷺ کی زیارت ہوئی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آپ وعظ و تلقین کیوں نہیں کرتے۔ اس پر آپ نے بصد احترام عرض کیا میں عجمی ہوں۔ آپ ﷺ نے آپ کو وعظ و تلقین کی اجازت عطا فرمائی۔ فیضان گنبد خضرا سے فیض یاب ہو کر جب آپ خطاب فرماتے آپ کو سننے کے لیے ہر طبقہ خیال، و مکتبہ فکر کے لوگ، اصفیاء، فقہاء، مشائخ کے علاوہ خواص وعوام کی بڑی تعداد شامل ہوتی۔ بعض اوقات وزراء حکمران، غیر مسلم بھی سامعین ہوتے اور خطاب کے اختتام پر بیعت کرنے والوں کی طویل صف ہوتی۔ آپ کے مجمع میں 80 ہزار سے زائد لوگ شریک ہوتے اور چار چار سو کے قریب آپ کے مرید ان خطابات کو قلمبند کرتے۔ آپ ہفتے میں تین روز خطاب فرماتے۔ جب گفتگو فرماتے مجمع

پر سناٹا چھا جاتا۔ سامعین کی عجیب کیفیت ہوتی کوئی آہ و بکا کررہا ہوتا، کوئی مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہا ہوتا، کسی پر وجد کی کیفیت طاری ہوتی، محبت و خشیت الٰہی کا ایسا غلبہ طاری ہوتا بعض اوقات کئی کئی جنازے اٹھتے۔ آپ کی آواز دوران خطاب دور و نزدیک کے سامعین برابر سنتے اور کوئی بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ آپ نے دور پرفتن میں بغداد میں صدائے حق بلند کی آپ کسی خلیفہ کے دربار سے وابستہ نہیں تھے جیسا کہ اس دور کے اہل علم کا وطیرہ تھا۔ آپ کا موقف و استدلال قرآن و حدیث پر تھا آپ کا مقصد لوگوں میں اسلام کے لئے علم وعمل اور جذبہ و ایثار پیدا کرنا تھا۔

حضور غوث اعظم نہ صرف ولایت میں غوث اعظم تھے بلکہ آپ علم میں بھی غوث اعظم تھے۔ اگر آپ کے علمی مقام کے پیش نظر آپ کو لقب دینا چاہیں تو آپ امام اکبر تھے۔ آپ جلیل القدر مفسر اور امامِ فقہ بھی تھے۔ اپنے دور کے جلیل القدر آئمہ آپ کے تلامذہ تھے جنہوں نے آپ سے علم الحدیث، علم التفسیر، علم العقیدہ، علم الفقہ، تصوف، معرفت، فنی علوم، فتوٰی اور دیگر علوم پڑھے۔ حضور غوث اعظم ہر روز اپنے درس میں تیرہ علوم کا درس دیتے تھے اور 90 سال کی عمر تک یعنی زندگی کے آخری لمحہ تک طلبہ کو پڑھاتے رہے۔ قرآن مجید کی مذکورہ آیتِ مبارکہ (الکھف:18) میں بیان کردہ علم لدنی کا اظہار آپ کی ذات مبارکہ میں بدرجہ اتم نظر آتا ہے۔ بغداد میں موجود آپ کا دارالعلوم حضرت شیخ حماد کا قائم کردہ تھا، جو انہوں نے آپ کو منتقل کیا۔ آپ کے مدرسہ میں سے ہر سال 3000 طلبہ جید عالم اور محدث بن کر فارغ التحصیل ہوتے تھے۔

بیان وتدریس کے ذریعے نئی نسل میں علمِ دین کی لازوال دولت منتقل کی جاتی ہے جس کی بدولت عقائد و اعمال میں پختگی آتی ہے، اخلاق و کردار نکھرتے ہیں، معاشرے سے جہالت کے اندھیرے دور ہوتے ہیں نیز متقی، پرہیزگار اور ماہر

حضور غوثِ اعظم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَ کرَم کے طریقہ تدریس اور اندازِ تربیت سے طلبہ میں دعوتِ دین کا جذبہ پیدا ہوا اسی جذبے کا نتیجہ تھا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے شاگرد مخلوقِ خدا کو راہِ راست پر لانے، تزکیہ نفس فرمانے اور جہالت کی تاریکی مٹانے کے لئے عالَم میں پھیل گئے

استاد کی زیرِ تربیت رہنے والے طلبہ جس میدان میں قدم رکھتے ہیں کامیابی اُن کے قدم چومتی ہے۔ شہنشاہِ ولایت حضرت سیّدنا غوثِ اعظم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہ نے علمِ دین کی تکمیل اور زُہد و مجاہدہ کے طویل سفر کے بعد وعظ وتدریس کا آغاز استادِ گرامی حضرت ابو سعد مُخَرِّمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے قائم کردہ مدرسہ سے کیا۔

غوثِ پاک کے وعظ وتدریس کی شہرت کے سبب عاشقانِ علمِ دین کی تعداد اس قدر بڑھی کہ یہ مدرسہ انہیں سمونے سے قاصر رہا اسی لئے مدرسے کی توسیع کی گئی۔ حضرت سیّدنا غوثِ اعظم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَ کرَم فقہ، حدیث، تفسیر، نحو جیسے 13 مضامین (Subjects) کی تدریس فرماتے۔ بعدِ نمازِ ظہر قراءت قرآن جیسا اہم مضمون پڑھاتے۔ آپ سے اکتسابِ فیض کرنے والے طلباء کی تعداد تقریباً ایک لاکھ ہے جن میں فقہاء کی بہت بڑی تعداد شامل ہے۔

صحبتِ غوثِ اعظم کی برکت:

حضرت سیّدنا عبدُ اللہ خشّاب علیہ رحمۃ اللہ الوَہّاب علمِ نحو پڑھ رہے تھے، درسِ غوث اعظم کا شہرہ بھی سُن رکھا تھا، ایک روز آپ غوثِ اعظم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَ کرَم کے درس میں شریک ہوئے جب آپ کو نحوی نکات نہ ملے تو دل میں وقت

ضائع ہونے کا خیال گزرا اسی وقت غوثِ اعظم عَلَیۂِ رَحمَۃُ اللہ ِالاَ کرَم آپ کی جانب متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: ہماری صحبت اختیار کرلو ہم تمہیں (علمِ نحو کے مشہور امام) سیبُوَیہ (کامثل) بنادیں گے۔ یہ سُن کر حضرت عبدُ اللہ خشّاب نحوی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے درِ غوثِ اعظم پر مستقل ڈیرے ڈال دیئے جس کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو نحو کے ساتھ ساتھ علوم نقلیہ وعقلیہ پر مہارت حاصل ہوئی۔ حضرت سیّدنا غوثِ اعظم عَلَیۂِ رَحمَۃُ اللہ ِالاَ کرَم کے علمی موتیوں کی یہ شان تھی کہ 400 علماء آپ علیہ کی زبان سے ادا ہونے والے علم وحکمت کے لازوال موتیوں کو محفوظ کرنے کے لئے حاضر رہتے۔

ایک آیت کی چالیس تفاسیر بیان فرمادیں:

ایک مرتبہ غوثِ اعظم عَلَیۂِ رَحمَۃُ اللہ ِالاَ کرَم کسی آیت کی تفسیر بیان فرمارہے تھے، امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی بھی اِس درس میں شریک تھے۔ حضورِ غوثِ پاک نے چالیس تفاسیر بیان فرمائیں جس میں سے گیارہ تفاسیر امام ابنِ جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے علم میں تھیں جب کہ 29 تفاسیر پر آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے تعجّب اور لاعلمی کا اظہار کیا پھر جب غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ اب ہم قال سے حال کی طرف چلتے ہیں، تو لوگ بہت زیادہ مُضطَرِب ہوگئے۔ حضور غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے آخری وقت تک تدریس کا سلسلہ جاری رکھا، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا عہدِ تدریس 33 سال پر محیط ہے۔

تدریسِ غوثِ اعظم کے نتائج و اثرات:

آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے تلامذہ (شاگرد) بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوئے مثلاً سلطان نورُالدّین زنگی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے تلمیذِ غوثِ اعظم حضرت حامد بن محمود حرانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو حرّان میں قضا (Justice) اور

حضور غوث اعظم ہر روز اپنے درس میں تیرہ علوم کا درس دیتے تھے اور 90 سال کی عمر تک یعنی زندگی کے آخری لمحہ تک طلبہ کو پڑھاتے رہے۔ قرآن مجید کی مذکورہ آیتِ مبارکہ (الکھف:18) میں بیان کردہ علم لدنی کا اظہار آپ کی ذات مبارکہ میں بدرجہ اتم نظر آتا ہے۔ بغداد میں موجود آپ کا دارالعلوم حضرت شیخ حماد کا قائم کردہ تھا، جو انہوں نے آپ کو منتقل کیا۔ آپ کے مدرسہ میں سے ہر سال 3000 طلبہ جید عالم اور محدث بن کر فارغ التحصیل ہوتے تھے

تدریس (Teaching) کا منصب سونپا۔ تلمیذِ غوثِ اعظم حضرت زینُ الدّین علی بن ابراہیم دمشقی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سُلطان صلاحُ الدّین ایوبی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے مُشیر رہے۔ حضور غوثِ اعظم عَلَیۂِ رَحمَۃُ اللہ ِالاَ کرَم کے طریقہ تدریس اور اندازِ تربیت سے طلبہ میں دعوتِ دین کا جذبہ پیدا ہوا اسی جذبے کا نتیجہ تھا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے شاگرد مخلوقِ خدا کو راہِ راست پر لانے، تزکیہ نفس فرمانے اور جہالت کی تاریکی مٹانے کے لئے عالَم میں پھیل گئے۔ فیضانِ غوثِ اعظم کو دنیا بھر میں عام کرنے میں آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے تلامذہ وخلفاء نے بھرپور کردار ادا کیا۔

سِلکِ عرفاں کی ضِیا ہے یہی دُرِّ مختار
فخرِ اشباہ و نظائر بھی ہے عبدُ القادر
(حدائقِ بخشش، ص69)

☆☆☆☆☆

شانِ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ہم میں سے سب سے پہلے عمر ابن الخطاب نے مسجد میں روشنی کی"

سعدیہ کریم

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ واقعہ فیل کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ختمہ بنت ہاشم بن مغیرہ اور والد خطاب بن نفیل تھے۔

بچپن، جوانی، تعلیم:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بچپن نسب دانی، سپہ گری، پہلوانی اور خطابت سیکھنے میں گزرا۔ اس کے علاوہ اپنے والد کے اونٹ چرایا کرتے تھے۔ آپ نے اپنا بچپن اور جوانی قبل از اسلام بھی نہایت پاکیزگی سے گزاری۔ آپ نہایت مدبر اور عزت و غیرت کی حفاظت کرنے والے تھے نہایت طاقتور اور جلالت والے تھے۔ آپ کی بہادری اور جوانمردی کا شہرہ تھا۔

مرادِ رسول ﷺ:

احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ دعائے مصطفیٰ اور مرادِ مصطفیٰ ﷺ تھے۔ حضور ﷺ نے بارگاہ خداوندی میں دعا فرمائی تھی کہ مجھے ابوجہل ابن ہشام یا عمر ابن خطاب میں سے کوئی ایک شخص عطا فرما تاکہ دین کو تقویت ملے۔ عبداللہ عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"اے میرے اللہ تو اسلام کو عزت وقوت دے ان دو شخصوں میں سے جسے تو پسند کرے، ابوجہل یا عمر بن خطاب۔"

قبول اسلام کی مختلف روایات:

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے بارے میں دو روایات ہیں۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے بارے میں حضرت عمرؓ خود فرماتے تھے کہ میں زمانہ جاہلیت میں اسلام کا سخت دشمن تھا اور کثرت سے شراب نوشی کرتا تھا اور اس کام کے لیے مقام حزدرہ میں ایک مکان مختص کررکھا تھا۔ ایک شب میں حسب دستور وہاں پہنچا تو میرے ساتھی وہاں موجود نہ تھے۔ میں وہاں سے کعبہ کی طرف چل پڑا تاکہ طواف کرسکوں جب میں کعبہ میں داخل ہوا تو وہاں حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے سوچا کہ سنتا ہوں یہ کیا پڑھ رہے ہیں چنانچہ میں کعبہ کے غلاف میں چھپ گیا۔ پھر میں نے آپ ﷺ کی تلاوت سنی تو میرے دل میں عجیب سا اثر ہوا۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوچکے اور کعبہ سے باہر نکلے تو میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے چل پڑا۔ آپؐ کا راستہ دار ابن ابی الحسر کی طرف سے تھا پھر وہاں سے آپ حضرت عباسؓ کے گھر کی طرف آئے۔ پھر اخنس بن شریق کے گھر کے پاس سے نکل کر اپنے دولت خانہ میں داخل ہوئے۔ عمرؓ کہتے جب رسول اکرم ﷺ حضرت عباس اور ابن ازہر کے گھروں کے درمیان پہنچے تو میں آپؐ کے قریب ہوا۔ آپ ﷺ نے میری آہٹ سن کر

واقعہ افک کے موقع پر حضور ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کا حضرت عائشہؓ سے نکاح کس نے کیا تھا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ آپ گمان کیسے کرسکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے لیے عیب دار چیز منتخب کرے گا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: سُبۡحٰنَكَ هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِيۡمٌ. (النور، ۱۶) ''الٰہی تو پاک ہے یہ بڑا بہتان ہے۔''

مجھے پہچانا اور خیال فرمایا کہ میں آپ کی ایذا رسانی کے خیال سے آیا ہوں۔ چنانچہ مجھے آواز دی کہ اے ابن خطاب اس وقت کیوں آیا ہے؟ میں نے عرض کیا میں خدا اور رسول ﷺ پر اور اس کتاب پر جو رسول، خدا کے پاس سے لائے ہیں ایمان لایا ہوں۔ حضور ﷺ نے یہ سن کر خوشی سے الحمدللہ کہا اور فرمایا کہ اے عمرؓ تجھ کو خدا نے ہدایت عطا فرمائی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ پھیرا اور ثابت قدمی کی دعا کی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کے اس واقعہ کو زیادہ شہرت حاصل نہیں ہوئی۔ مشہور دوسرا واقعہ ہوا جس میں انھوں نے اپنی بہن کی تلاوت قرآن سن کر اسلام قبول کیا۔

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جمیل بن معمر جمحی نے قریش میں اعلان کردیا کہ عمر بن خطابؓ نے اسلام قبول کرلیا۔ یہ سنتے ہی قریش عمر کو مارنے کو دوڑے۔ اتنے میں ایک بوڑھا شخص آیا اور قریش کو سمجھاتے ہوئے بولا کہ تم کیا سمجھتے ہو کہ عمرؓ کی قوم عمر کے قتل ہونے سے تم سے کچھ باز پرس نہ کرے گی۔ خدا کی قسم وہ ہرگز تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔ یہ بات سنتے ہی سب لوگ پیچھے ہٹ گئے۔

پھر حضرت عمرؓ نے اپنے اسلام لانے کی خبر ابوجہل کو دی جو ان کا ماموں تھا۔ ابوجہل نے یہ خبر سنتے ہی اپنے گھر کا دروازہ حضرت عمرؓ پر بند کردیا اور کہا کہ خدا تجھے خراب کرے اور اس دین کو بھی جسے تو نے اختیار کیا ہے۔ (سیرت ابن ہشام)

حضرت عمرؓ کے حق میں قرآنی آیات کا نزول:

ابن مردویہ نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ جس رائے کا اظہار کرتے۔ قرآن کریم اسی کے موافق نازل ہوجاتا۔ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے تھے کہ

''قرآن کریم میں حضرت عمر فاروقؓ کی آراء موجود ہیں۔''

عبداللہ ابن عمرؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ اگر بعض امور میں لوگوں کی رائے کچھ اور ہوتی اور حضرت عمرؓ کی اس کے برعکس ہوتی تو قرآن حضرت عمرؓ کے قول کے موافق نازل ہوتا تھا۔ بخاری و مسلم میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کاش ہم مقام ابراہیم علیہ السلام کو نماز کی جگہ بناتے تو قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاتَّخِذُوۡا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدۡنَآ اِلٰٓى اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ اَنۡ طَهِّرَا بَيۡتِىَ... (البقرہ،۲: ۱۲۵)

''اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ اور ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم و اسماعیل کو کہ میرا گھر خوب ستھرا کرو۔''

اسی طرح بخاری و مسلم میں موجود ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کے پاس ہر قسم کے لوگ آتے جاتے ہیں کیا ہی اچھا ہو کہ ازواج مطہرات کے لیے پردہ کا خاص حکم ہو۔ اس کے بعد یہ آیت قرآنی نازل ہوئی کہ

وَاِذَا سَاَلۡتُمُوۡهُنَّ مَتَاعًا فَسۡــَٔلُوۡهُنَّ مِنۡ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمۡ اَطۡهَرُ لِقُلُوۡبِكُمۡ وَقُلُوۡبِهِنَّ. (الاحزاب،۳۳: ۵۳)

''اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو

پردے کے باہر سے مانگو اس میں زیادہ پاکیزگی ہے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے۔‘‘

بخاری و مسلم میں یہ روایت بھی ہے کہ جب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن حضور ﷺ کی غیرت میں شریک ہوگئیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ ﷺ تمہیں طلاق دے دیں تو اللہ تعالیٰ تم سے بہتر بیویاں اپنے نبی کو عطا فرمادے گا۔ اس کے بعد یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ

عَسٰی رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓىِٕبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓىِٕحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا. (التحریم،۶۶: ۵)

’’ان کا رب قریب ہے اگر وہ تمھیں طلاق دے دیں کہ انھیں تم سے بہتر بیبیاں عطا فرمادے، اطاعت گزار، ایمان والی، ادب والی، توجہ والی، بندگی والی، روزہ دار، بیاہیاں اور کنواریاں۔‘‘

مستدرک الحاکم میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے بارگاہ خدا میں التجا کی کہ مسلمانوں پر شراب حرام کردی جائے ورنہ مسلمان تجھ سے غافل ہوجائیں گے تو آپ کی دعا قبول ہوئی اور حرمت شراب کی آیت نازل ہوگئی:

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ ؕ قُلْ فِیْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا. (البقرہ،۲: ۲۱۹)

’’تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں فرمادیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ دنیوی نفع بھی اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے۔‘‘

اسدالغابہ میں ہے کہ چھٹے پارے میں سورہ المائدہ کی شراب کی حرمت والی آیات بھی اس کے بعد نازل ہوگئیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب قرآن کی وہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے انسان کو چنی ہوئی مٹی سے پیدا فرمایا ہے تو حضرت عمر فاروقؓ کی زبان سے بے اختیار نکلا فتبارک اللہ احسن الخالقین اس کے فوراً بعد نبی کریم ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی کہ

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ. (المومنون،۲۳: ۱۴)

اسی طرح بخاری و مسلم میں موجود ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کے پاس ہر قسم کے لوگ آتے جاتے ہیں کیا ہی اچھا ہو کہ ازواج مطہرات کے لیے پردہ کا خاص حکم ہو۔ اس کے بعد یہ آیت قرآنی نازل ہوئی کہ

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ (الاحزاب،۳۳: ۵۳)

’’اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو اس میں زیادہ پاکیزگی ہے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے۔‘‘

’’تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا۔‘‘

اسی طرح عبداللہ بن ابی بن خلف کے نماز جنازہ پڑھانے پر حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ سے فرمایا کہ یہ منافق ساری زندگی آپ کی توہین کرتا رہا تو آپ اس کی نماز جنازہ کیوں پڑھاتے ہیں۔ جب حضور ﷺ نماز جنازہ سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ پر وہ آیات نازل ہوگئیں جن میں آپ ؐ کو ہمیشہ کے لیے منافقین کی نماز جنازہ پڑھانے اور ان کی قبر پر کھڑا ہونے سے منع کردیا گیا۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ. (التوبہ،۹: ۸۴)

’’اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا بے شک وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے منکر ہوئے۔‘‘

واقعہ افک کے موقع پر حضور ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کا حضرت عائشہؓ سے نکاح کس نے کیا تھا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تو حضرت

عمرؓ نے عرض کیا کہ آپ گمان کیسے کرسکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے لیے عیب دار چیز منتخب کرے گا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ. (النور، ۱۶:)

''الٰہی تو پاک ہے یہ بڑا بہتان ہے۔''

ابتدائے اسلام میں رمضان میں بیویوں کے پاس جانے کی ممانعت تھی۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ لوگ اس پابندی کو اختیار نہیں کرسکتے تو حضور ﷺ سے فرمایا کہ کیا ہی اچھا ہو کہ رمضان کی راتوں میں یہ اجازت دے دی جائے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمادیں کہ

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ط هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ. (البقرہ،۲:۱۸۷)

''روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا تمہارے لیے حلال ہوا۔ وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس۔''

ایک دفعہ حضرت عمرؓ آرام فرما رہے تھے کہ اچانک آپ کا غلام آ گیا اور آرام میں مخل ہوا تو آپؓ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ کیا ہی اچھا ہو کہ بغیر اجازت داخل ہونے کی ممانعت ہوجائے تو یہ آیت نازل ہوئی:

۲. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا. (النور،۲۴: ۲۷)

''اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے رہنے والوں پر سلام نہ کرلو۔''

ان تمام آیات قرآنی کے نزول سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عمرؓ کا مقام و مرتبہ اللہ کے ہاں بہت بلند تھا۔ آپ کی خواہش پر قرآن کریم کی 40 کے قریب آیات نازل ہوئیں۔ اسی طرح حضرت عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے کہ سب سے پہلے مساجد میں قندیلیں روشن کرنے والے حضرت عمرؓ تھے۔

حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے تھے کہ

''ہم میں سے سب سے پہلے عمر ابن الخطابؓ نے مسجد میں روشنی کی۔ پس جب لوگ نماز تراویح کے لیے جمع ہوئے تو مسجد روشن تھی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اے ابن خطاب ہماری مسجدوں کو آپ نے منور کیا اللہ تعالیٰ آپ کی قبر کو منور فرمائے۔''

حاصل کلام:

حضرت عمر فاروقؓ اسلام کے دوسرے خلیفہ تھے۔ان کا زمانہ خلافت تقریباً 11 سال کے عرصے پر محیط ہے۔ آپ نے عہدہ خلافت پر فائز ہوتے ہی بے شمار فتوحات فرمائیں۔ آپ کے دور حکومت میں مفتوحہ علاقہ 2251030 رقبہ پر محیط تھا۔ آپ نے بے شمار نئی اختراعات بھی متعارف کروائیں۔ عدل و انصاف کا نظام قائم فرمایا۔ آپ نے اپنے دور خلافت میں ایسی مشکلات کو حل کیا جو انسانی طاقت سے بالاتر ہے۔ ایسے علاقوں کو فتح کیا جہاں بتوں کو خدا مانا جاتا تھا۔ وہاں کی آبادی کو درس توحید و رسالت دے کر ایمان و اسلام کی دولت عنایت فرمائی۔ چار ہزار مساجد تعمیر کروائیں۔ ضلالت کے شہروں میں ہدایت کی شمعیں روشن کیں۔ تاریکی کفر کی تمام چٹانیں ہٹادیں اور رسول اللہ ﷺ نے جو دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ اسلام کو عمر بن خطابؓ کے ساتھ عزت دے کر دنیا کے سامنے عملی شان وشوکت سے ظاہر کیا۔

☆☆☆☆☆

حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے تھے کہ ''ہم میں سے سب سے پہلے عمر ابن الخطابؓ نے مسجد میں روشنی کی۔ پس جب لوگ نماز تراویح کے لیے جمع ہوئے تو مسجد روشن تھی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اے ابن خطاب ہماری مسجدوں کو آپ نے منور کیا اللہ تعالیٰ آپ کی قبر کو منور فرمائے۔''

گلدستہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابن آدم تو میری عبادت کیلئے یکسو ہو جا تو میں تیرا سینہ بے نیازی سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی دور کر دوں گا

مرتبہ: حافظہ سحر عنبرین

دنیا کے غم وفکر کا علاج:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم! تو میری عبادت کے لیے یک سو ہو جا تو میں تیرا سینہ بے نیازی سے بھر دوں گا، اور تیری محتاجی دور کر دوں گا، اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تیرا دل مشغولیتوں سے بھر دوں گا، اور تیری محتاجی دور نہ کروں گا۔ (سنن ابن ماجہ: 4107)

نماز کے عادی کے لیے نماز آکسیجن کی طرح بن جاتی ہے۔ وہ جہان بھی ہو اذان اس کو متوجہ کر لیتی ہے خواہ وہ جو کچھ بھی کر رہا ہو۔ نماز اس کو پکار لیتی ہے:

تو وہ اللہ کی نظر میں آ چکا ہے اللہ کا پسندیدہ بنتا جارہا ہے۔

شکر گزاری:

چھوٹی چھوٹی باتوں پر پریشان ہو جانا، جلدی ناراض ہونا، زیادہ غصہ کرنا، ہر وقت ناشکری کرنا یا اپنی نعمتوں کی قدر نہ کرنا دماغ کو نقصان پہچانا ہے شکر گزاری دل دماغ روح، ہر شے کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ لہذا دماغ کی قدر کریں، اسے بامقصد کاموں میں لگائیں۔

درود پاک اور ہماری زندگی ۔:

وہ مسلمان جن کی کمر گناہوں نے توڑ دی ہے ان کے لئے درود شریف مغفرت کا انعام ہے۔

جو در در بھٹک رہے ہیں درود شریف ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے۔

جو مصیبتوں اور پریشانیوں میں بد حال ہیں۔ درود شریف ان کے لئے راحت کا جام ہے۔

وہ جو پستیوں میں گر چکے ہیں درود شریف ان کے لئے بلندیوں کا ذریعہ ہے۔

وہ جو ناکام ہو چکے ہیں درود شریف ان کے لئے کامیابی کی کنجی ہے۔

وہ جو مغلوب ہو چکے ہیں۔۔ درود شریف انکے لئے غلبے کی نوید ہے۔

وہ جو ناپاکیوں میں دھنس چکے ہیں۔۔ درود شریف ان کے لئے پاکیزگی کی بارش ہے۔

صلوۃ وسلام واقعی انعام ہے۔۔ اس میں اللہ رب العزت کا ذکر بھی ہے اور آقا مدنی ﷺ تعظیم بھی۔

دعا:

دعا تو معجزے کا نام ہے... جب تمہیں لگے کہ زندگی کسی اندھیری غار میں کھوگئی ہے تو وہاں روشنی کی پہلی کرن دعا ہے۔

دعا امید کا نام ہے... دعائیں مانگی ہوں تو ایک امید رہتی ہے کہ سب ٹھیک ہو جائے گا اور جو دعائیں قبول نہیں ہوئیں وہ رائیگاں نہیں گئیں... تمہیں اندازہ بھی نہیں کہ کب، کہاں اور کیسے وہ تمہارے راستے سے کانٹے ہٹاتی رہیں ہیں... تم یقین کے ساتھ مانگو، وہ ہر پکارنے والے کی پکار سنتا ہے۔

مایوس نہ ہونا:

مایوس وہ ہوتے ہیں جن کو رب پر یقین نہیں ہوتا
مایوس وہ ہوتے ہیں جن کا ایمان کمزور ہوتا ہے
مایوس وہ ہوتے ہیں جو ڈر جاتے ہیں دنیا سے
یاد رکھیے ایسے لوگوں میں شامل نہ ہونا
ہمیشہ اس بات کو یاد رکھنا تمہاری مصیبتوں سے تمہارا رب بہت بڑا ہے۔

انمول موتی:

۱۔ بچت کی عادت کے بغیر آپ کبھی بھی خوشحال نہیں ہوسکتے۔ بچت کا تعلق عادت اور کردار سے ہے۔

۲۔ آپ کا سب سے بڑا اثاثہ آپ کی اہلیت ہے۔ جب تک اپنی اہلیت اور قابلیت بڑھانے پر توجہ نہیں دیں گے یہ اثاثہ دم توڑتا جائے گا۔ اپنی رزق حلال کی اہلیت بڑھانے پر فوری توجہ دیں۔

۳۔ بچوں کو مہنگے کھلونے اور gadgets دینے کی بجائے ان کو اپنی توجہ اور وقت دیں۔ مہنگے موبائل سیٹ اور مہنگی گھڑی خریدنے کی بجائے پیسے تعلیم و تربیت پر لگائیں اور بچت کریں۔

۴۔ سوشل میڈیا کی جعلی دنیا سے متاثر ہوکر اپنا لائف سٹائل upgrade نہ کریں۔ رزق حلال بڑھا کر upgrade کریں۔

۵۔ قرض کو لعنت سمجھیں۔ کریڈٹ کارڈ پر مہنگے ریسٹورنٹ سے کھانا کھانا اور برانڈڈ کپڑے خریدنا ایک ذہنی بیماری ہے۔ سود سے دور رہیں کیونکہ سود اللہ اور اس کے رسولﷺ سے جنگ ہے۔

۶۔ خوشحال لوگ رزق کے کئی ذرائع بناتے ہیں۔ کیونکہ صرف ایک ذریعہ کسی وقت بھی ختم ہوسکتا ہے۔

شاہی ناشتہ:

اگر دماغی کمزوری ہے، سر درد، سبق یاد ہی نہ ہو۔ شاہی ناشتہ یہ ایسی نعمت ہے جو ہر ایک کے لیے فائدہ مند ہے۔

۱۔ دودھ خالص فل کریمی 10 کلو ۲۔ مغزیات

بادام، پستہ، کاجو، اخروٹ، چلغوزہ، کدو، خربوزہ، تربوز، ناریل، کشمش یہ سب 100,100 گرام۔

۳۔ چھوٹی الائچی ۔10 گرام صرف بیج۔

۴۔ زاعفران 3 - گرام۔

ترکیب:

مغزیات کو تھوڑا سا کوٹ لیں۔ ناریل کدوکش کر لیں۔ چھوٹی الائچی کا پاؤڈر بنا لیں۔ زعفران کو تھوڑی سی چینی میں کھرل کرلیں۔ دودھ کو گرم کریں ابال آنے پر پہلے بادام ڈالیں۔ پھر پانچ ابال آنے پر پستہ۔ اسی طرح جو ترتیب دی ہے 5 ابال آنے پر اگلی چیز ڈالنی ہے اوپر ترتیب میں کشمش سے پہلے چیزیں اپنی مرضی سے ترتیب دے۔ تمام مغزیات کے بعد کشمش ثابت ہی ڈال دیں۔ کھویا سا بنا لیں اور نیچے اتار لیں۔ گرم گرم میں ہی الائچی اور زعفران کا پاؤڈر مکس کر کے خوب ہلا دیں۔

مقدار خوراک:

اس کو ہر صبح نہار منہ استعمال کریں۔ 5 چمچ بھر کر کسی پیالی میں نکال لیں اور نیم گرم دودھ سے کھا لیں۔ اگر سردی ہو تو یہ جم بھی جاتا ہے۔ تو کھانے سے پہلے کچھ گرم کرلیں۔

☆☆☆☆☆

جسمانی امراض

ضرورت سے زائد غذا استعمال کرنے سے گریز کریں

غذا کو مکمل چبائے بغیر حلق میں اتار لینا صحت کیلئے خطرناک ہے

مرتبہ: نور فاطمہ

جسمانی امراض غذائی بداعتدالی سے لاحق ہوتے ہیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید میں فرماتے ہیں:

''کھاؤ پیو مگر اسراف نہ کرو۔''

تاجدارِ مدینہ شافی روزِ محشر نبی مکرم ﷺ کی حیات طیبہ اعتدال کا ایک بے مثال عملی نمونہ تھی۔ اس لیے اگر ہم حضور اکرم ﷺ کی پیروی کریں تو ہم ظاہری جسمانی و باطنی امراض سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

غذائی بداعتدالی کی کئی صورتیں:

☆ ضرورت سے زائد غذا لے لینا۔

☆ ہر وقت جانوروں کی طرح چرتے رہنا۔

☆ غذا میں مزاجی عدم استحکام (بلا مصلح)

☆ باسی غذائیں۔

☆ جی نہ چاہتے ہوئے زبردستی غذا لینی پڑے۔

☆ غذا کو مکمل چبائے بغیر حلق میں اتار لینا۔

☆ کھانے کے اختتام پر پانی پینے کی عادت۔

☆ مسلسل ایک ہی قسم کی کوئی پسندیدہ غذا کا استعمال۔

☆ غذا بنانے میں حفظانِ صحت کے اصولوں سے انحراف۔

☆ رات کا کھانا کھا کر فوراً سو جانا۔

☆ غذاؤں میں روغن کا کثرت سے استعمال۔

☆ غذا میں تیز مرچ مصالحوں کا استعمال۔

☆ پکنے میں کچی رہ جانے والی غذائیں۔

علاوہ ازیں موسمی اثرات بدلتے موسم بھی کمزور جسموں کو کسی نہ کسی مرض میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

قصہ مختصر یہ ہے کہ جاندار جسموں میں جب کسی بھی غیر فطری عمل کی بناء پر عدم توازن کی صورت رونما ہوتی ہے تو اجسام علیل ہوجاتے ہیں اور علیل جسم کو شفاء سے ہمکنار کرنا سنتِ رسول ﷺ ہے تاکہ جسمانی علالت و کمزوری کی بناء پر احکامِ شریعت کی پیروی میں کوتاہی نہ ہوجائے۔ اس لیے لاحق ہونے والی جسمانی تکالیف کا علاج اصول کے مطابق کرنا ضروری ہے جیسا کہ حدیثِ مبارکہ سے ثابت ہے۔

امام مسلمؒ نے صحیح مسلم میں ابوزبیر کی حدیث جو جابر بن عبداللہؓ کی سند سے مروی ہے روایت کی ہے کہ:

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر مرض کا علاج موجود ہے، جب دوا کا استعمال مرض کے مطابق کیا جاتا ہے تو حکم الٰہی کے طفیل شفاء ہوجاتی ہے۔''

مسلم نے مندرجہ بالا حدیث مبارکہ کو اپنی کتاب کے باب السلام میں بذیل حدیث (2204) ذکر کیا ہے، جس میں انہوں نے باب قائم کیا ہے کہ ''ہر بیماری کے لیے دوا ہے اور دوا کرنا مستحب ہے۔''

صحیحین میں عطاء نے جلیل القدر صحابی حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے دنیا میں جب کوئی مرض پیدا فرمائی تو اس کی

شفاء اور دوا بھی ساتھ ہی ساتھ نازل فرمائی۔ (بخاری شریف)

حالتِ مرض میں دوا لینی ضروری ہے جیسا کہ حدیث نبویﷺ سے ثابت ہے:

مسند امام احمدؒ میں حضرت زیادؓ بن علاقہ کی حدیث جو اسامہؓ بن شریک کی وساطت سے بیان کی گئی ہے، جس میں حضرت اسامہؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریمﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا کہ کچھ دیہاتی باشندے حاضر ہوئے اور نبی کریمﷺ سے عرض کی کہ اے رسول اللہﷺ ہم دوا لیں؟ آپﷺ نے ارشادِ مبارک فرمایا ہوں، اے اللہ کے بندو! ضرور دوا کرو، اس لیے کہ رب تعالیٰ نے جو مرض دنیا میں پیدا کی اس کی شفاء و دوا بھی پیدا کی، صرف ایک بیماری کی کوئی دوانہیں پیدا فرمائی۔

لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہﷺ وہ کون سی بیماری ہے؟ آپﷺ نے ارشادفرمایا بڑھاپا جو لاعلاج ہے۔

مندرجہ بالا حدیث کو احمد نے 27814 اور ابن ماجہ نے بذیل حدیث نمبر 3436 اور ابوداؤد نے بذیل حدیث نمبر3855 اول طب میں ذکر کیا ہے اور ترمذی نے حدیث نمبر2039 فی الطب میں اس باب کے ساتھ کہ علاج بالدوا اور اس پر لوگوں کو ابھارنا کہ علاج کریں گے کے ذیل میں تحریر کیا ہے۔ اس کی اسناد درست ہیں۔ ابن حبان نے حدیث نمبر1395, 1924 کے ذیل میں اور بوصیری نے اپنی زوائد میں بیان کیا، ترمذی نے اسے حدیث حسن صحیح کہا ہے اور اس باب میں ابن مسعودؓ، ابوہریرہؓ، ابوخزاعہؓ عن ابیہ اور ابن عباسؓ کی روایت موجود ہے۔

علاج معالجہ باقاعدہ ایک مکمل علم ہے جس کا جاننا اور کوشش ایک کامیاب معالج کے لیے ضروری ہے جیسا کہ ذیل کی حدیث سے ثابت ہے۔

مسند احمد میں ابن مسعودؓ کی وساطت سے بیان ہے کہ ’’اللہ تعالیٰ نے کوئی مرض دنیا میں ایسی نہیں بھیجی جس کے لیے شفاء نہ نازل کی ہو جنھوں نے جاننا چاہا انہیں بتایا اور جنھوں نے پرواہ کی انہیں ناواقف رکھا۔‘‘

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ کو احمد نے بذیل حدیث 3578, 3922, 4236, 4267, 4334 اور ابن ماجہ نے 3438 میں ذکر کیا ہے اس کی اسناد صحیح ہے۔ بوصیری نے اپنی زوائد میں اور حاکم نے 197/4196/4 میں اس کا ذکر رقم کیا ہے اور علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

دوائیں دم درود یقیناً شفائی اثرات کے حامل ہیں تب ہی ان کے استعمال اور تائید خداوندی سے مریض شفاء پاتا ہے جیسا کہ ذیل کی حدیث مبارکہ سے ثابت ہے جو کہ مسندوسنن دونوں میں ابوخزامہؓ کی وساطت سے رقم ہے۔

’’کہ میں نے رسول اللہﷺ سے عرض کیا آپﷺ کے سامنے ہے کہ ہم جھاڑ پھونک کرتے ہیں اور دواؤں کا استعمال کرتے ہیں اور بیسیوں پرہیز کرتے ہیں جن سے نفع ہوتا ہے تو کیا تقدیرالٰہی کی اس سے مخالفت تونہیں ہوتی آپﷺ نے ارشادفرمایا یہ بھی تو تقدیرالٰہی ہے کہ یہ ساری چیزیں اپنا اثر دکھاتی ہیں۔‘‘

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ کو احمد نے 421/3 اور ترمذی نے حدیث نمبر2066 کے تحت اور حاکم نے 1199/4 اور ابن ماجہ نے 3437 میں ذکر کیا ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی نامعلوم ہے اور باقی رجال سند ثقہ ہیں، اگر ابوخزامہ کے حالات و واقعات تہذیب میں پڑھیں اور اس باب میں حاکم نے 199/4 میں حکیم بن حزام سے روایت بیان کی ہے جس کی صحت اور موافقت علامہ ذہبی نے بھی کی ہے۔

دکھی انسانیت کو جگہ جگہ تکالیف سے شفاء کے لیے بے شمار حدیث مبارکہ کی وساطت سے راہنمائی کی گئی ہے جن کا ذکر اگلے صفحات پر آتا رہے گا۔

عموماً جسمانی امراض غذائی بداعتدالی کے نتیجے میں وقوع پذیر ہوتے ہیں اسی لیے ذیل کی حدیث مبارکہ میں خصوصی طور پر پیٹ بھر کر کھانے والوں کو خبردار کیا گیا ہے کیونکہ مادی امراض کی ابتدا غذا اور معدہ سے شروع ہوتی ہے۔

احمد نے 132/4 میں اور ترمذی نے بذیل حدیث نمبر11281 اور ابن ماجہ نے بذیل حدیث نمبر33349 میں ذیل کی حدیث مبارکہ کا ذکر کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

حدیث مبارکہ ہے:

''کسی خالی برتن کو بھرنا اتنا برا نہیں ہے جتنا کہ آدمی کا خالی شکم بھرنا، انسان کے لیے چند لقمہ کافی ہیں، جو اس کی توانائی کو باقی رکھیں، اگر پیٹ بھرنے کا ہی خیال ہے اور اس سے مضر نہ ہو تو ایک تہائی کھانا ایک تہائی پانی اور ایک تہائی حفاظتِ نفس کے لیے رکھے۔''

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ سے جہاں غذائی اعتدال کا فارمولا ملتا ہے وہاں ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ بالا حدیث مبارکہ پر عمل پیرا ہوکر جہاں ہم جسمانی امراض سے محفوظ رہ سکتے ہیں وہاں ہم باطنی طور پر نفسِ امارہ کی سرکشی سے محفوظ رہ سکتے ہیں جو کہ ہر وقت ہمارے ایمان کو داغ دار کرنے کے لیے چوکس رہتا ہے۔ سبحان اللہ محض غذائی اعتدال سے جسم بھی محفوظ اور روح بھی اور سب سے بڑھ کر ایمان بھی۔

آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ جب ہم غیر منتخب شدہ یا کثرت سے غذا کا استعمال کرتے ہیں اور یہ بدپرہیزی ایک عادت بنالیتے ہیں تب امراض کا ایک اچھا خاصا جم غفیر جسم و جاں کو اپنا مسکن بنا کر جسمانی و روحانی طور پر ہمیں مفلوج کر دیتا ہے۔

جسمانی امراض سے بچنے کے لیے ہمیں آپ ﷺ کی ہدایات پر سختی سے کاربند رہنا ہوگا جو کہ ہمارے دین اور ہماری جسمانی صحت کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

فرمانِ رسول عربی ﷺ ہے کہ

''انسان کو وہی لقمے کافی ہیں جن سے اس کی پشت مضبوط ہو اس کی قوت کو زوال نہ ہو اور جس سے ضعف بدن نہ ہونے پائے۔ اگر اس سے زیادہ کھانا چاہتا ہے تو اپنے شکم کا ایک تہائی کھانا کھائے اور دوسری تہائی پانی کے لیے چھوڑ دے اور تیسری تہائی خود اپنے لیے باقی رکھے۔''

غذائی بداعتدالی کی بناء پر زیادت مادہ کی وجہ سے افعال جسم متاثر ہوتے ہیں اور ہمیں اکثر و بیشتر ان افعالی بگاڑ سے واسطہ پڑتا رہتا ہے جس کے ردعمل میں مختلف امراض جنم لیتے رہتے ہیں۔

غذا انسانی جسم کے لیے ایک ضروری جزو ہے جیسا کہ زندہ رہنے کے لیے آکسیجن ضروری ہے۔ غذا انسانی جسم کے لیے ضروری تو ہے لیکن کتنی ضروری ہے یہی حکمت ہے۔ پہلے یہ دیکھنا ہے بحساب عمر انسان کو کتنی غذا کی ضرورت ہے یعنی یہ طے پایا کہ ایک انسان کو 80 فیصد غذا کی ضرورت ہے تو اب ہم نے یہ حکمتِ عملی اپنانی ہے کہ جسم انسانی کو 80 فیصد غذا کی ضرورت ہے لیکن کم از کم غذا کی مقدار کون سی ہونی چاہئے جس سے جسم انسانی کے افعال متاثر نہ ہوں اور انسان روزمرہ کے تمام کاموں کو بآسانی انجام دے لے۔ جیسا کہ گذشتہ سطور میں حدیث مبارکہ موجود ہے جس میں رسول عربی ﷺ کا فرمان خوشبودار ہے کہ انسان کو وہی لقمے کافی ہیں جن سے اس کی پشت مضبوط ہو، اس کی قوت کو زوال نہ ہو اور جس سے ضعفِ بدن نہ ہونے پائے اور اگر زیادہ کھانا چاہے تو اپنے پیٹ کا ایک تہائی کھانا کھائے اور ایک تہائی پانی کے لیے چھوڑ دے اور ایک تہائی خود اپنے لیے باقی رکھے۔

غذا لینے کا یہ فلسفہ آفاقی ہے اس پر عمل کرنے سے یقیناً تمام ایسے امراض سے انشورڈ ہوجاتے ہیں جن کی ابتدا معدہ میں غذائی عدم توازن کی بنا پر ہوتی ہے۔

اگر ہم کھانا مقدار میں زیادہ کھالیں تو یقیناً پانی کے لیے جگہ کم پڑ جائے گی اور اگر پانی مقدار سے زیادہ لیا جائے یقیناً شکمی بدنظمی کی وجہ سے بے چینی اور مقام معدہ پر بوجھ کا احساس غالب آجائے گا جسم تھکا ماندہ محسوس ہوگا اور اگر پانی کم لیں گے تو امراض کی ماں قبض سے واسطہ پڑ جائے گا۔

تجربات سابقہ سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ سیر ہوکر کھانا بدنی قوتوں میں ضعف پیدا کر دیتا ہے۔

امراض چونکہ ہماری لاقانونیت کی بناء پر ہمارے جسموں میں ظہور پذیر ہوتے ہیں اور ہم چونکہ قوانین توڑنے کے مرتکب ہوچکے ہوتے ہیں اس لیے ہمیں سب سے پہلے اپنی ان کوتاہیوں کی معافی اللہ تبارک وتعالیٰ سے مانگنی چاہیے اور بعد ازاں لاحق مرض سے نجات کے لیے دعا کرنی چاہیے اور پھر علاج بالادویہ یا علاج بالادعیہ یعنی آیات مبارکہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

☆☆☆☆☆

﴿شرِ نظر سے بچاؤ کے لئے وظائف﴾

پہلا وظیفہ: شیطانی اثرات میں سے ایک اثر نظرِ بد کا لگنا بھی ہے اس سے پناہ مانگنا سنتِ نبوی ﷺ سے ثابت ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نظرِ بد سے حفاظت کے لئے حسنین کریمین علیہما السلام پر درج ذیل وظیفہ سے دم فرمایا کرتے تھے:

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ کُلِّ شَیْطٰنٍ وَّ هَامَّةٍ وَّ عَیْنٍ لَامَّةٍ۔ (سنن ترمذی، ۳: ۵۷۷، رقم: ۲۰۶۰، عن ابن عباسؓ)

. یہ وظیفہ ۳ بار، ۷ بار یا ۱۱ بار پڑھ کر دم کریں۔ . پانی دم کر کے پئیں/ پلائیں۔

. حسب ضرورت پانی دم کر کے غسل بھی کروا سکتے ہیں۔

اگر تکلیف زیادہ طویل اور پریشان کن ہو تو ۱۰۰ مرتبہ پڑھ کر دم کریں۔

❁ یہ وظیفہ حسب ضرورت جاری رکھیں۔

دوسرا وظیفہ: شرِ نظر سے نجات کے لئے یہ وظیفہ بھی مفید اور مؤثر ہے:

❁ سورۃ الفاتحہ (مکمل) اور معوّذتین (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس)

. یہ وظیفہ ۳ بار، ۷ بار یا ۱۱ بار پڑھ کر دم کریں۔ . پانی دم کر کے پئیں/ پلائیں۔

. حسب ضرورت پانی دم کر کے غسل بھی کر سکتے ہیں۔

اگر تکلیف زیادہ طویل اور پریشان کن ہو تو ۴۰ مرتبہ پڑھ کر دم کریں۔

❁ یہ وظیفہ حسب ضرورت جاری رکھیں۔

تیسرا وظیفہ: شرِ نظر سے نجات کے لئے یہ وظیفہ بھی مفید اور مؤثر ہے:

☆ سورۃ الفاتحہ (مکمل) اور چہار قُل (مکمل سورتیں)

. یہ وظیفہ ۳ بار، ۷ بار یا ۱۱ بار پڑھ کر دم کریں۔ . پانی دم کر کے پئیں/ پلائیں۔

. حسب ضرورت پانی دم کر کے غسل بھی کر سکتے ہیں۔

اگر تکلیف زیادہ طویل اور پریشان کن ہو تو ۴۰ مرتبہ پڑھ کر دم کریں۔

❁ یہ وظیفہ حسب ضرورت جاری رکھیں۔ ☆☆☆☆☆

Transportation and Islamic Ethics: A Linkage

Hadia Saqib Hashmi
Research Associate
International Center For Research in Islamic Economics

The transportation industry is the backbone of infrastructure in logistics and it is involved with the latest technology which gives major advantages to improve the concepts in transportation. The supply chain process is the main objective of transferring goods/services through various means of transportations (by sea, by air, by land). Maintaining a strong ethical culture is essential for complying with laws and regulations, employees must be given the appropriate tools to align their company culture behaviour and engage in ethical decision-making. Ethics are important not only in business but also in all aspects of life because it is an essential part of the foundation on which a civilized society is built.

History of Transportation:

The first form of transport was walking! Before humans learned how to domesticate animals like horses and donkeys, people's only mode of travel was to walk. Around 4000 BC, humans learned to domesticate animals and, use them for transport and trade. Capable of traveling long distances and carrying heavier loads, the use of animals made travel and trade easier and more efficient, leading to trails and tracks on the land. This was the first significant development in the history of transport. First made from wood, the wheel was a simple but extremely important invention in the history of transport. Invented in Iraq, the wheel was used to create animal-drawn vehicles like the horse and carriage. The invention of the wheel allowed for the first ever vehicles of transport to be invented, like the chariot in 2000 BC, allowing for longer travel and more developed trade. In

Britain, it was the Romans who created the very first road network over 2,000 years ago! The Romans required roads to develop their empire in Britain, and these same roads are still used today. However, the Romans were not the first to invent roads. Roads in Mesopotamia (now known as Iraq) have been discovered that date back to around 4000 BC. During the 18th and 19th centuries, there were significant developments in transportation due to the Industrial Revolution. Beginning in Britain, the Industrial Revolution saw the development of advanced machinery and manufacturing that changed the way the world produced and traded goods. Alongside these industrial developments, more advanced modes of transport were also created to cater to the developing world. During the Industrial Revolution, the first bicycle was made, the first motorways were invented, and the first car was built. The first car with a gas engine was made in 1886 by Carl Benz. Cars continued to develop around the world, and in 1908, the first Ford cars were manufactured in America. Now, there are over 70 million cars produced across the globe that run on petrol, battery and hydrogen.

Early forms of trains date back thousands of years. But, the first train with a steam engine was invented in 1814. Initially, trains were used to transport coal from mines. In the 1820s, the first modern trains were built using steam locomotives, and trains became a common mode of transport for many. Developed railway networks allowed people and goods to travel and be transported greater distances at a quicker speed.

The use of water to travel and trade dates back to 4000 BC, with the world's ancient civilisations using their access to rivers and seas to develop the world's first trading networks; they became essential to survival and the development of civilisations. Archaeological discoveries lead us to believe the first river boats were invented in Ancient Egypt in 3500 BC. Large sailing ships and boats allowed people to travel the seas, but it was during the Industrial Revolution that the first steamboats and motor motor-powered ships were invented. The first steamboat was built in 1807 in America.

The invention of large steam-powered boats was a significant development in the history of transportation as it allowed people to travel and trade longer distances with greater ease. The first motor-powered ship was invented in the early 1900s, these ships became essential to trading around the

globe.

As people began to understand more about the Earth's atmosphere in the 17th and 18th centuries, they discovered the possibility of using the air for transport and travel. This initially came in the form of a hot air balloon. There were Muslims who firstly experimented with the airplane named Abbas bin Fernas. They have conceptualized the basic framework of airplanes. In 1902, the Wright Brothers invented the controlled, powered aircraft, named the Wright Flyer. The Wright Brothers' invention is known as one of the most significant events in the history of transportation. The first commercial flight and aeroplane was flown by De Havilland Comet in 1952.

Road Accidents and Islamic Ethics:

The number of deaths from road accidents in developing countries continues to increase each year, even though the authorities have held a variety of road safety campaigns to remind motorists to be cautious when driving. The efforts to create awareness among road users are considered a failure because, ultimately, they do not adopt a prudent attitude, do not comply with traffic rules and do not show ethical behavior while on the road.

From the overall statistics, road accidents were caused by three main factors:

Human factors (road users) with statistics of 92% of road accident has been caused by road users infringing various traffic laws for instance driving over the speed limit, careless driving, and drunk driving.

Road defects either one part of a road accident, have been caused by road and other infrastructures which are inappropriate to standard safety levels, for examples, potholes along the way and uneven roads.

Islamic ethics or better known as akhlaq or morality derives literally from the word character, in Arabic with the word al-khuluq which is the plural of the word al-akhlaq that could be defined as the habits, behaviors or temperaments and it can also be taken to represent the religion itself.

Never be arrogant on roads: In the Quran, God forbids people, including road users from being arrogant and imperious, as stated in Surah al-Isra verse 37:

Do not walk in a swank and arrogance in the face of the Earth itself, surely you will not be able to dig the Earth and will not be able to match the height

of the mountains

In another verse, Allah says in Surah al-Furqan, verse 63:

Those who walk on Earth, are humble and not arrogant

The Messenger also provides a strong reminder of that attitude in saying:

Meaning: Whoever is proud of ourselves in the soul or arrogant in the way he will meet God the wrath of God in him (Ahmad in his Musnad narrated from Ibn 'Umar with this pronouncement (Ahmad b. Muhammad b. Hanbal b. Hilal b. Asad al-Shaybani)

Meaning: When a man from among the people before you walked proud and arrogant, God covered him with the Earth. The man would be in that state until the day of judgment.

In the context of road user, someone who has ethical values should not take the opportunity to show their prowess with reckless driving, speeding and overtaking recklessly, cutting the line of vehicles, racing on the road, driving to attract public attention, the use of excessive vehicle horn, turning the loudspeaker installed in a vehicle loudly without shame, disturbing the other users' peace and so on. Thus, for people who really have a high ethical values should not be cocky and arrogant on the road because it will bring danger to themselves and others. Road users should be patient and tolerant because the road is a shared property and right.

To be unharmed to oneself and others: Among the ethics for road users is not to do anything that may be harmful either to themselves or others. According to Al-Din (1978), the public has the right to use vehicles on the road with the condition that safety of road users must be paramount to avoid dangers.

It is imperative for road users to always be careful when using it to avoid any harm to other users. The neglect of this duty will deprive the road user of the right to use the road. However, this kind of situation is subject to the ability of other road users or is in a state that can be controlled by the user (Al-Dini, 1978). This is consistent with the hadith of the Prophet (SAW):

No harm to yourself and no harm (to others) (narrated by Ibn Maj ah and al-Daraqutni).

This means that every road user should follow traffic rules, such as having a driving license, owning a vehicle in perfect condition, complying with

speed limits and so forth. Even within Islam itself, there are a number of penalties imposed on those who commit offenses on the road whether that involves life, the body or property (Ismail, 1999).

Some of the young motorists ride recklessly. They

ride motorcycles with a display of dangerous actions such as riding recklessly and so forth. They seem not to care about the consequences and effects that will occur due to the actions undertaken by them. This shows that they do not love their own lives when protecting and preserving life is the obligation of Islam and were among the five fundamental needs that should be fulfilled by men.

Ismail (1999) says the authorities should provide appropriate facilities to road users, such as not letting the road in danger due to holes in the road, lack of signs, the road is too narrow, situated in the high-risk landslide occurrence and so forth. This is all to refrain from all forms of harm that would befall the road users.

Avoidance of all forms of harassment: Islam stresses on avoiding all forms of interference which may affect the use of the road. This is because Islam recommends that all road users feel comfortable when using the road. This means that prevents all forms disturbance or discomfort to other road users can be avoided. These disturbances happen either in physical form, sound or sight.

God will reward those who do this. Abu Hurayra had asked Allah's Messenger about a pearl of wisdom that could be applied. Among the recommendations introduced by the Prophet (SAW) told to remove or avoid anything that may interfere with the use of the road. As the Prophet (SAW) says:

Keep away all the bother on the streets of a Muslim (narrated by Muslim (1930))

In the context of physical disorders, the Prophet (SAW) encouraged Muslims to discard any of the trees that block the use of the road. According to a hadith:

Indeed, I see someone enjoying his rewards in Paradise due to the piece of wood he banished from the roads, which could interfere with the public (narrated by Muslim (1930))

Similarly, Islam forbids men and road users from littering on the road due to its disturbance of public interest. This is because it may cause some discomfort

to motorists using the road as well as ugly, damaging the natural beauty around and inviting a variety of diseases. Meanwhile, according to Nazim, Islam encourages its followers to give priority to sanitation in public places, including roads, thereby making the Muslim countries the world's cleanest states. However, this is not the case. Such practices are more practiced in Western countries and among European Muslims.

The act of throwing excrement and dirty roads are among the acts that invite the curse of Allah. This is stated in the Prophet (SA W)'s hadith which means:

Fear of three things that lead to the perpetrator to damnation: Throwing excrement in the street to the river, on the road and under a tree shelter.

Among the things that can be linked and considered to have similarities with excrements is the nauseating exhaust fumes coming out of the vehicle, which can also affect other road users because the authorities did not follow standards. When these conditions can be controlled, Nazim mentions that it is a sign of gratefulness God and one of the branches of faith to Allah (swt). Similarly, motorists should not park vehicles in public places that can prevent traffic flow, especially on relatively narrow roads (Ismail, 1995).

Thus, Islam prohibits people from doing any form of disturbance and harm to other people, either in physical or non-physical ways. Sometimes non-physical disorders are even more prevalent than physical disorders.

☆☆☆☆☆

محترمہ ڈاکٹر فرح ناز (صدر ویمن لیگ) راولپنڈی میں سیرت النبی ﷺ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے۔

محترمہ سدرہ کرامت (نائب صدر ویمن لیگ) فتح جھنگ میں سیرت النبی ﷺ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے۔

محترمہ انیلہ الیاس (ناظمہ زون-A) وہاڑی میں سیرت النبی ﷺ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے۔

محترمہ اُم حبیبہ اسماعیل (ناظمہ زون-B) گوجرانوالہ میں سیرت النبی ﷺ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے۔

Monthly
DUKHTARAN-E-ISLAM NOV-2022
LAHORE
Regd CPL No.45

علمی و عملی، اخلاقی و روحانی، تعلیمی و سائنسی، فقہی و قانونی، انقلابی اور فکری و عصری
موضوعات پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی 615 سے زائد کتب دستیاب ہیں